

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ : نَحْنُ كَارُ نُفِي عَلَى رَسُولِهِ
وَعَلَى عَهْدِهِ الْمَسِيحِ الْبَرُّوْدِ

نَحْنُ كَارُ نُفِي عَلَى رَسُولِهِ
وَعَلَى عَهْدِهِ الْمَسِيحِ الْبَرُّوْدِ

هُوَ أَلْبَابُ

مِرَاةُ الْحَقِّ

بِجَوَابِ

عِرْفَانِ الْحَقِّ

از خواجہ محمد صدیق فاضل صدر جماعت احمدیہ پونچھ
پراونشل سیکرٹری امور عامہ صوبہ جموں ریاست جموں و کشمیر

پابت ۱۹۶۶ء

قیمت ۸۸

پراونل

(دانا آڈٹ پریس امرتسر)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - عَمْدَهُ وَنَعْلَى عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ - وَعَلٰی عِبْدِهِ وَارِیْحِ الْمَوْجُوْدِ

تمہیدی نوٹ

حال ہی میں السید ڈاکٹر حسین شیرازی گوری سائی پونچھ نے تقریباً پونے تین صد صفحات کا ایک پرآگندہ خیالات کتابچہ تالیف کر کے نور محمد پریس سرینگر کشمیر میں چھپوا کر شائع کیا ہے۔ اور ضلع پونچھ کے گرد و نواح میں مفت تقسیم کر کے سستی قیمت حاصل کرنے کا نامہ اور کوشش کی ہے۔ کتابچہ زریحوت کی تالیف میں لف صاحب کے مقصد و مدعا کا ترک تو ضلع کی صورت میں اس بات کا انکشاف کرنا مشکل ہے کہ نہ جانے ان کو اس زحمت کی کیا ضرورت محسوس ہوئی کہ تمام فرقہ ہائے اسلام و دیگر مذاہب عالمہ کی تقلید ہی کتب سے استفادے سے حوالہ جات بلا تشریح نقل کر کے مختلف بابوں میں تقسیم کر کے دکھائے ہیں۔ اور درپردہ ان تمام کا اختلاف کووریاں جملنا اور ان پر پھبتیاں اڑوانا مطلوب ہے۔ اور اس طرح سے اپنے آپ کو مولفانہ حیثیت سے مذہبی میدان میں لانے کا جتن کیا ہے۔ اگر تو جملہ حوالجات درست کرنے کا مقصد صرف اہل تشیع کے مقابل پر غیر تشیع عوام کو گمراہ یا غلطی خوردہ ثابت کرنا ہے تو ہم مندرجہ حوالجات کی روشنی میں بدلائل حتمہ و صحت کرنا بھی لازمی امر تھا۔ بلکہ عقلمندی اور نقلیہ اثبات پیش کر کے کم از کم دیگر فرقہ ہائے اسلام کو اپنے فرقہ میں کھلے بندوں داخل ہونے کی دعوت بھی دینی چاہیے یعنی بیکراسی مردانگی سے تو مولف صاحب کے کمال ہمت سے نہ صرف اجتناب ہی کیا ہے بلکہ اس خیال سے اپنی رائے کا رائی برابر بھی اظہار نہیں کیا۔

ب

پس حاصل مقصد ماسوا بٹے دنیاوی وقار حاصل کرنے کے اور کچھ محسوس نہیں ہوتا
جناب مولف صاحب نے بزم علم خود اس تخیلاتی منزل پر گامزن ہونے کا پہلا
حریر یہی مناسب سمجھا کہ آڈاد صہر اُد صہر کی مار کر ایک کتاب تالیف کریں اور
عوام کی آنکھوں میں دھول ڈال کر لوہی مسروقہ عبارات و بے بنیاد معلوما
کا رعب ڈال کر ظلم و کبہار کی صف میں مندرج ہونے کا فخر حاصل کریں۔ چنانچہ
ذیل بحث نام نہاد کتابچہ (عرفان الحق) تمام و کمال فرسودہ اور خیر معتبر روایات
کا مجموعہ سے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو بھجوسم رد آیات کی کتب شیعہ میں
بھی کوئی کمی نہیں ہے۔ سو اگر اسی قسم کی غیر مستند یا قابل تاویل رد آیات کی
روشنی میں کسی فرقہ اسلام یا دیگر مذاہب الوں کو مور و الزام لانا ہو۔ تو پھر اہل
شیعہ کو مور و الزام گرداننے کے لئے ان کی مستند کتاب اصول کافی ہی کافی
ہے۔ جو بقول اہل شیعہ کے اپنے فرضی اور مرعومہ امام غائب کی خدمت میں پیش
کیا جا کر "ان حلفنا کاف لشیعتنا" و "Golden medal" دگولڈن
میڈل، حاصل کر چکی ہے۔ چنانچہ اس کتاب کی تفصیلت میں اہل تشیعہ کے "جہنم العصر"
"حضرت سید العلماء فخر المحققین مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ دام ظلہ" اپنی رائے
کالیوں اظہار کرتے ہیں کہ :-

"اسی وجہ سے ضرورت محسوس ہوئی کہ یہ تمام متفرق کتابیں ایک یا
بہتر بڑی کتابوں میں مجتمع ہو جائیں سب سے پہلے ثقہ الاسلام
ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی نے جنہوں نے چوتھی صدی کے اوائل میں اس خدمت
کو انجام دیا اور بیس برس کی مسلسل جفا کشی اور محنت کے بعد کتاب کی تصنیف کیا و بیارہ کتابیں
حریر فرماتے ہوئے یہ صاف ظاہر کیا ہے کہ اس کتاب میں صحیح احباب
بتائے جائیں گے جو تمام علوم و معارف دینیہ کو شامل اور ہر

حیثیت سے کافی ہوں۔ کتاب کافی کا نام بھی انہی الفاظ کی بناء پر "کافی" قرار پایا ہے اور چونکہ اس میں اصول و عقائد کے احادیث کا ایک حصہ مستقل اور فروع یعنی مسائل شرعیہ کا حصہ مستقل تھا اس لئے پہلا حصہ "اصول کافی" اور دوسرا حصہ فروع کافی کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تمام تشیعی جو اس حدیث میں کافی کا دوسرے مقدم مانا گیا ہے۔" (رندین حدیث صفحہ ۲۲، ۲۳ مؤلفہ علی نقی صاحب شیعی)

محولہ بالا اقتباس محترم شیرازی صاحب جیسے خود ساختہ عالم کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ جو کتاب کلینی جیسے بزرگ کی تالیف ہو۔ اور بقول اہل تشیع عقیدہ العصر علی نقوی صاحب جیسے عالم اس پر روشنی ڈالتے ہوئے اس کتاب کی تعریف میں رطب اللسان ہوں کہ "تمام علوم و معارف دینیہ کہ یہ مجموعی کتاب ہے وغیرہ وغیرہ۔ پھر طرہ یہ کہ حضرت امام غائب کی سند کا نہ لشیعتنا اس کے شامل حال ہو۔ سو ایسی مستند کتاب دنیا کے اہل تشیع کہ کیوں نہ سخیل راہ کا کام دے تو جب ہم علوم نیت سے محض معارف دینیہ کے حصول کی خاطر اس کتاب کی ورق گردانی کرتے ہیں تو لامحالہ ہمیں اپنے روحانی ارتقار کا بھی اشتباہ پیدا ہو جاتا ہے کہ کیا قرآن پاک جیسی اکمل و اعلیٰ کتاب بھی تا حال لغو و باطل و ہودی ہے اور جملہ فرقہ مانے اسلام کی باعتبار مذہب مسلمہ طور پر نامکمل ہے (العیاذ باللہ) جبکہ بقول کافی جبرئیل علیہ السلام کا لا یا ہوا قرآن سترہ ہزار آیات پر مشتمل تھا۔ گویا موجودہ ستم قرآن پاک ابھی تک ایک تہلث سے کچھ اور پر باقی ہے جبکہ موجودہ قرآن کی آیات کل چوبہزار

تأثرات میں آکر "تعریف کاتبین" کے مصنف اہل تشیع کے نامور مولوی مرزا احمد سلطان صاحب نے لکھا ہے کہ

"یقین جانتے آپ کا یعنی شیعوں کا۔ ناتی خدا اور رسول و قرآن اہلسنت کے خدا اور رسول اور قرآن سے بالکل جُرا ہیں اور اسی سبب سے اُن کے عقائد سے متواتر و مبائن ہیں"۔ (صفحہ ۳۱ مطبوعہ ۱۹۱۸ء)

علاوہ اس کے اگرچہ اصول کافی میں اس سوال کے جواب میں جبکہ ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے حضور میں قرآن کا کوئی حصہ موجودہ تحریر کے خلاف پڑھا تو امام صاحب کا جواب ان الفاظ میں لکھا ہوا پاتے ہیں کہ

"كَفَّ بَيْنَ هَذِهِ الْقِرَاءَةِ كَمَا يَفْرَأُ النَّاسُ حَتَّى يَتَوَعَّمُوا الْقَائِمُ فَإِذَا تَأْتَيْمُ الْقَائِمُ قَرَأَ كِتَابَ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ عَلَى حَدِّهِ"

راویوں کافی کتاب فضل القرآن باب النور و

یعنی اس قرأت کو جموڑ وادرس طرح لوگ پڑھتے ہیں پڑھتے جاؤ۔ جب تک امام آخر الزماں نہ آئیں جب وہ تشریف لائیں گے تو کلام اللہ کو جس طرح پر واقع میں سے تلاوت فرمائیں گے۔

پھر لیک حکم یہ بھی ہے کہ "انکم علیٰ دین من کتمہا اعزہ اللہ و من اذا عہدنا لہ اللہ" یعنی اے شیعوں تم ایسے دین پر ہو کہ جو شخص اس دین کو چھپا دے گا۔ اللہ اس کو عذرت دے گا جو اس کو ظاہر کرے گا اللہ اس کو ذلت دے گا۔ (اصول کافی صفحہ ۲۸۵ مطبوعہ لکھنؤ)

اب اگر اصول کافی کے ان جملہ احکام پر محکم شیرازی صاحب جیسے شدید عمل
نہ کرتے ہوں۔ تو یہ ان کی مرضی یا "تقیہ" ہوگا۔ ورنہ شرعی حکم کی پیروی میں کسی
شیعوہ کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ موجودہ قرآن کی پیروی کرے یا کوئی کتاب لکھے
بلکہ اپنے شیعوہ ہونے کا اقرار کرنا بھی جرم ہے۔

حاصل مقصد یہ ہے کہ اہل تشیع کی کتب بھی جو قسم روایات سے ہو
خلات عقل و واقعات ہیں۔ پاک نہیں ہیں۔ لہذا با تحقیق و تنقیح روایات
کی آڑ میں کسی ایک فرقہ کو مورد الزام گردانے کی سعی کرنا بھی اولے درجہ
کی حماقت و نذلل ہے۔ پس ہم شیرازی صاحب کی جملہ الزامی روایات سے
اجتناب کرتے ہیں بلکہ بجائے الزامی جوابات دینے یا فرقہ ہائے اسلام
کی وکالت کرنے کے ہم شیرازی صاحب کے "تادیانی خدا" والے باب پر
ہی اپنی بحث موقوت رکھ کر ان الزامات کو جو حضرت ائمہ کرام علیہ
السلام مرثا اعلام احمد صاحب تادیانی کی کتب سے کتر بیہوش کر کے پیش کئے
گئے ہیں، مکمل حوالوں کی شکل میں بشریح و بسط قارئین کرام کے سامنے پیش
کریں گے تا قارئین کرام خود ہی حقیقت عالی سے واقف ہو کر بجائے خود
حق و باطل کا امتیاز کر سکیں۔ وباللہ التوفیق۔

چونکہ خاکسار مولف محکم شیرازی صاحب کے علمی استعداد اور اس کی نام
نر سائیوں سے ذاتی طور پر واقف ہے اور مجھے اپنی معلومات کی بنا پر اسی بات
کا یقین ہے کہ شیرازی صاحب نہ صرف حضرت مرثا اعلام احمد صاحب تادیانی
مدنی ناموریت کی کتب سے نا آشنا ہیں بلکہ مذکورہ معترضانہ عبارات کے کہنے
سے بھی وہ بذات خود قاصر ہیں اسی طرح جو عربی و فارسی عبارات و جملہ
نرفہ ہائے اسلام کی نسبت مرتوم فرمائی ہیں ان کے معانی و مفہوم سے بھی

تعلق ناواقف ہیں۔ چونکہ اقتدار کی ہوس جنون کا رنگ رکھتی ہے لہذا کسی معترف کی کتاب سے چند احوال سے جو الجہات نقل کر کے اپنی تالیف کو مزین کرنے کی بے سود کوشش کرنا بھی حماقت ہے۔ چنانچہ شیرازی صاحب اپنی تالیف کی تمہید میں ہی اپنی نقل نویسی کا بدانتساب خود اعتراف کرتے ہوئے مرقوم ہیں کہ

” اس تالیف میں عالیجناب مولانا احمد علی صاحب قبلہ لاہوری کی تصنیفات سے اکثر اقتباسات خصوصیت سے شامل کئے گئے ہیں۔“ (تمہیدی نوٹ صفحہ ۶)

پھر فرماتے ہیں کہ

” اس تالیف میں جتنے ہی جو الجہات درج ہیں وہ دیگر معتبر کتب سے لئے گئے ہیں مولف کی اپنی طرف سے کوئی رائے نہیں۔“ (تمہیدی نوٹ صفحہ ۶)

پھر اپنی کس پرسی اور قابل رحم حالت کے پیش نظر اپنی بلا دوسرے کے سر کھوپنے کی غرض سے یوں معذرت خواہ ہونے میں کہ

” معذرت خواہ ہے کیونکہ اس تالیف میں بیشتر اقتباسات ان کی ایک کتاب ”سیدہ پاکٹ بک“ سے ماخوذ ہیں۔“

(صفحہ ۶ تمہیدی نوٹ غرناں الحق)

پس شیرازی صاحب کی معذرت خواہی اس بات کی مین دلیل ہے کہ زیر بحث کتابچہ کی تالیف کی زحمت کا مقصد کسی قسم سے ہوس اقتدار

کے حصول کا ہی پیش غمیر ہے ورنہ دینی امور میں ان کی ذاتی تحقیق کا جو عالم
 ہے اس سے ان کے گناہوں والے بھی کما حقہ واقف ہیں اور ہم ان کے اس
 اچھے طریقہ کار کی داد دینے بغیر نہیں رہ سکتے ورنہ ان کے پیش کردہ
 جو احکامات خصوصاً جماعت احمدیہ کے متعلق زبردہ اعتراضات جن کو
 معترفینوں نے بار بار پیش کر کے جماعت احمدیہ کے دنداں شکن جوابات
 منکر صیغے نزار اختیار کیا ہے۔ شیرازی صاحب نے پھرے جو پیش کئے ہیں
 ان کے سرسری مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں حضرت یحییٰ مولا علیہ
 السلام کی کتب کا مطالعہ ہی کبھی نصیب نہیں ہوا۔ اے اور نہ ہی ان کی
 کتب کو دیکھا بھی ہوگا ورنہ غلط جوابات لکھ کر کھٹی پر کھٹی مارنے والی کارروائی
 سے فرور پر ہیز کرتے۔

خاک رراقم الحروف موجودہ وقت میں اپنی ندیم الفرستی۔ حوالات کی
 نیا سازگاری خانگی پریشانیوں کی وجہ سے کسی قسم کی مضمون نویسی کا اہل نہیں
 ہے اور نہ ہی میرے نزدیک جلد زبردہ اعتراضات کی کوئی اہمیت ہے۔
 مگر گذشتہ ماہ جنوں میں اکثر دستوں نے مجھے شیرازی صاحب کے
 کتابچے کے اس باب کی طرف توجہ دلائی جو جماعت احمدیہ کے خلاف بعنوان
 "قادیا فی خدائہ" لکھا گیا ہے معترضین کی اس تالیف کا ذکر میں نے مکرّم و
 محترم بابو محمد یوسف صاحب پراڈشل امیر جماعتہائے احمدیہ صوبہ جنوں
 سے کیا۔ تو معلوم ہوا کہ انہوں نے پہلے ہی بعض اعتراضات کا مبسوط
 جواب دستی تیار کر کے ۲ صفحات پر مشتمل شیرازی صاحب کے حوالہ کر
 دیا ہے جو کہ انہوں نے خاموشی کے ساتھ ہی ہٹپ کر دیا ہے۔ البتہ زبانی
 شکوہ کیا کہ۔

”عزنان الحق میں تہ ذیانی خدا لکھنے کی وجہ (مکرم) اپنی صاحب
کی سینڈروالی تقریر ہے۔ جبکہ آپ نے شیعوں پر نکتہ چینی
کی تھی۔ انہی کی عداوت میں یہ اعتراضات لکھوس دیئے، میں
ورنہ مجھے اس کی کوئی ضرورت نہ تھی۔“

ر زبانی بیان شیرازی صاحب

بہر حال مکرم بابو صاحب نے اپنا جوابی علمی نسخہ مجھے بھی دیا۔ میں نے
ان کی کاوش اور غیر معمولی جوابی عنایت کو دیکھ کر محسوس کیا کہ ہونہ ہو شیرازی
صاحب کے اس تازہ کتابچے نے سادہ مسلمانوں میں فساد و اضطراب پیدا کیا ہوگا
پونچھ واپس آکر بھی میں نے بعض اصحاب کو اسی رنگ میں دیکھا اور کمالیہ
سے کہ عوام کا رجحان بھی صرف اسی بات یعنی ”قادیانی خدا“ کی طرف ہی دیکھا
حالانکہ ان اصحاب کو سنی المذہب ہونے کی حیثیت سے اپنے خلاف روایات
کی ہی حجان بن کر لی چاہیے تھی۔ مگر اس طرف انہیں ذرا توجہ ہی نہیں تھی۔ بلکہ
دیگر فرقہ ہائے اسلام کے خلاف تمام کلمات کو یادہ گوئی تک ہی موقوف
رکھا اور صرف اسی باب کے جواب کا بہر طرف سے استفادہ ہوتا رہا۔ میں
سے معلوم ہوتا ہے کہ عوام کے دلوں میں قدرتی طور پر احمدیت کی افضلیت
اور عقانیت کا احساس پیدا ہو رہا ہے۔ الحمد للہ غلے ڈالک

بعد میں نے اپنے خلاف معنوں کے جواب میں احمدیہ بلڈنگ
پونچھ میں اکثر غیر احمدیوں کو ملے ٹوک کر کے دیکھ دیتے۔ معترضین کے اعتراضات
کی پردہ دری کر کے لوگوں کو اصل حقیقت سے پورا روشناس کیا ہو کہ بفضل
تعالیٰ پسند کیا گیا۔ مگر پھر بھی ایک غیر احمدی دوست نے مشورہ دیا کہ ان ٹیکوں
کو کسی طرح ضبط و خیر میں لاکر شیرازی صاحب کی تالیف کے ساتھ ہی علاقہ میں

پھینک دی جائیں تاکہ دورہ دراز ملاقات کے باشندگان بھی شیرازی صاحب کی
دعوتِ دہی سے واقف ہو جائیں۔

لہذا میں نے اس اپنے قریبی غیر احمدی دوست صاحب کے اصرار پر اور
لہذا معاملات سے متاثر ہو کر یہ مصمم ارادہ کیا کہ کم از کم کتابی زینتِ محبت میں درج
شدہ عنانِ "فادائی خدا" کا عام فہم محققانہ اور سلیس رنگ میں جواب لکھ سکے
شائع کیا جاوے۔ تاثیرِ ازی صاحب اور ان کے حواریوں پر واضح ہو جاوے
کہ کس قدر چالاکی اور فلتا استدلال کا مظاہرہ عمل میں لایا گیا ہے۔ پس میں
اسی ارادہ کے تحت نام نہاد عرفان الحق کا جواب لکھ رہا ہوں۔ اور امید
کرتا ہوں کہ مجھ سے مجددی رکھنے والے دوست میرے جوابات کو ان تمام
دوستوں تک پہنچانے میں پورا تعاون دیں گے جن کو شیرازی صاحب کے
اپنی تالیف کی کئی جلدیں مطالعہ کے لئے دی ہیں۔ اس طرح سے ان اشخاص کا
مقتضیٰ زعمیہ مسائل کی تکرر تک پہنچنے میں آسانی ہوگی۔ چونکہ شیرازی صاحب
ہدایت چالاکی سے حضرت سچ موعود کو مورد الزام گرداننے کے لئے
مضمونہ کی کتب سے جو حوالہ جات کتر بیہودہ دیا کرتے ہیں اور ان کے درج کئے ہیں
ان تمام اقتباسات کو صحیح شکل میں درج کرنے کی کوشش کروں گا۔ اور پھر
حوالوں کی تشریحات حسبِ ضرورت کر کے اس اہم فریضہ کی انجام دہی سے
سہکدوش ہونے کی سعی کروں گا۔ اسباب دعا کریں کہ خدا تعالیٰ اس نوحہ کو
کامیاب کرے۔ اور بہتوں کی نجات کا موجب ہو۔ آمین تم آمین۔

خاکِ محمد صدیقِ فائق صدرِ جماعتِ احمدیہ پونچھ۔

سال پونچھ ۱۱۶۱

تفصیلی فہرست مضامین مرآۃ الحق

نمبر شمار	خلاصہ مضامین	صفحہ	نمبر شمار	خلاصہ مضامین	صفحہ
۱	تہبیدی نوٹ	۱۲	۱	خواب میں غیر مجسم چیزیں	۱۲
۲	پیشین لفظ	۱	۲	مجسم دکھائی دیتی ہیں	۱۳
۳	پہلا اعتراض رہنا مانع	۱۵	۳	حضرت مسیح موعودؑ کی اپنے خواب کی بذاتِ خود	۱۴
۴	حضرت مسیح موعودؑ کا پورا الہام	۲	۴	تشریح	۱۵
۵	"مانع" کی لغوی تشریح	۳	۵	آئینہ کمالات اسلام کا سوا	۱۶
۶	"مانع" کے دو مادے	۴	۶	نفل گذار بندے کا خدا سے	۱۷
۷	دوسرا اعتراض	۵	۷	ہاتھ پاؤں جنت سے الٹے	۱۸
۸	"میں خود خدا ہوں" وغیرہ	۸	۸	علم تعبیر الروایہ اور کشف	۱۸
۹	الہامات	۵	۹	حضرت مسیح موعودؑ	۱۹
۱۰	کشف کی اصل تعبیر و تشریح	۶	۱۰	تعبیر الہام کی تعبیر پیش کرنا	۱۹
۱۱	رؤیا اور بیداری	۷	۱۱	الہیہ اقیقت کا حوالہ - خواب	۲۰
۱۲	حدیث خدا کو جو ان کی شکل میں دیکھا	۸	۱۲	میں خدا دیکھا جا سکتا ہے	۲۱
۱۳	اس حدیث کا منکرہ معترضی	۱۲	۱۳	عدو فیہ کرام کی تصدیق	۲۱
۱۴	ہے	۸	۱۴	خدا تعالیٰ کی ہستی اور مسیح موعودؑ	۲۲
۱۵	خواب میں خدا دیکھا جائے	۱۳	۱۵	سبح موعود پر ایمان نہ لان	۲۳
۱۶	اعتراض نہیں	۸	۱۶	خزانہ ہے	۲۴

صفحہ	موضوع	نمبر شمار	صفحہ	موضوع	نمبر شمار
	الحدیث		۱۲	الوصیت کا حوالہ	۲۴
۲۳	انتہی کی لغوی تشریح	۳۷		سیح موعودہ۔ ابراہیم۔ جیسے	۲۵
۲۳	بخاری شریف سے تشریح	۳۸	۱۵	موتے وغیرہ کا دعویٰ کر دیا	۲۶
	انتہی کی سیح موعود سے	۳۹	۱۵	سیح موعود کے خلاف فتاویٰ	۲۷
۲۴	تشریح			سیح موعود متعلق بن عربی کا	۲۷
۲۵	" "	۴۰	۱۶	ارشاد	
۲۶	خدا کسی کا بیٹا نہیں	۴۱		قیسرا عترت افی نئی زمین ادا	۲۸
۲۶	انتہی بمنزلہ ولد کی	۴۲	۲۱	نیا آسمان	
۲۷	سیح موعود کی ذاتی تشریح	۴۳		نیا آسمان ہونے کی تشریح از	۲۹
	خدا تعالیٰ بیٹوں سے	۴۴	۱۷	سیح موعود	
۲۸	پاک ہے			نئے آسمان والے اعتراض کی	۳۰
۲۹	اطفال اللہ لطیف شعارہ	۴۵	۱۸	مزید تشریح	
۳۰	کتب صونیا رحی ابن ادا	۴۶	۱۸	انجیل کا حوالہ	۳۱
	دلکا استعمال			دیگر علماء کی آسمان نیا بننے	۳۲
۳۱	توضیح مرآم کی عبارت کا سرتہ	۴۷	۱۹	کی تصدیق	
۳۲	استعارہ کے طور پر بنیت	۴۸		سیح موعود نے نیا آسمان بنایا	۳۳
۳۳	یہ اور سیح اس مقام تک	۴۹	۲۰	کی تشریح	
	نہیں پہنچتے تو سیح موعود		۲۱	انہی بالیقہ انہما انتہی	۳۴
۳۴	وہ ہے یہ چیز کیا ہوں	۵۰	۲۱	دافع البلاء سے اسکی تشریح	۳۵
۳۵	توضیح مرآم کی عبارت	۵۱	۲۲	ہنر سے پانی نہ پینے کا مطلب	۳۶

صفحہ	خلاصہ مضمون	نمبر شمار	صفحہ	خلاصہ مضمون	نمبر شمار
	"میشی ایک کی تشریح	۵۹		ناقۃ اللہ پر اعتراض	
۴۲	حدیث سے		۳۵	تزکیہ نفس کی بدایت از	۵۲
۴۲	انت من مار نادا لے الہام	۶۰		مسیح موعود	
	پر اعتراض		۳۶	نفس کی مشابہت ناقۃ	۵۳
۴۳	مار نا کی تشریح مسیح موعود	۶۱		اللہ سے	
	سے		۳۷	یھو کہ اللہ و میشی ایک	۵۴
	انما امرک اذلالہات	۶۶		پر اعتراض	
۴۴	شیئا		۳۸	لفظ احمد کی تشریح	۵۵
	تشریح انما امرک الہام	۶۳		نفت سے	
۴۵	کی از مسیح موعود			لفظ احمد کی تشریح	۵۶
	انت اسمی الہی والی	۶۴	۳۹	مسیح موعود کی تحریرات میں	
۴۵	الہام پر اعتراض			لفظ احمد کی تشریح منظم	۵۷
	منظہر الحق و العلاء	۶۵	۴۰	کلام مسیح موعود سے	
۴۶	کی تشریح			ترقی یافتہ اخلاص کی حمد	۵۸
	—		۴۱	ہوتی ہے از مسیح موعود	

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ - وَعَلٰی عِبْدِهِ الْیَسَّارِ مُحَمَّدٍ

پیش لفظ

انگریز احمدیت کے خلاف کئے جانے والے اعتراضات کے جوابات مکمل اور مدلل طور پر پہلے ہی دیئے گئے ہیں۔ مگر مترجمین ان سے فائدہ نہ اٹھاتے ہوئے ان کو مختلف رنگوں میں دہرا کر سبک کو احمدیت سے بدلنے کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ حال ہی میں ایک معترض سید خادم حسین صاحب نے قرآن مجید کے تین صد صفحات پر مشتمل ایک کتاب "مرآة الحق" شائع کی ہے۔ اس میں انہی فرسودہ اعتراضات کو دہرایا گیا ہے جن کے بار بار دفعہ جواب دیئے جاتے ہیں۔ اس کتاب میں بھی دھوکہ دہی کے وہی طریق اختیار کئے گئے ہیں۔ جو عموماً مترجمین کی طرف سے اختیار کئے جاتے ہیں۔ چونکہ یہ کتاب ضلع پونچھ کے گرد و نواح میں مفت تقسیم کی گئی ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ اس کے مطالعہ سے لاکھوں کو دھوکہ لگے اور وہ حقیقت حال سے بے خبر رہ کر احمدیت کے متعلق برا اثر لیں اس لئے مکرم خواجہ محمد صدیق صاحب نانی صدر جماعت احمدیہ پونچھ نے اپنی طرف سے اس کا جواب کتابی صورت میں شائع کرنے کے لئے تیار کیا ہے۔ جس کا نام انہوں نے "مرآة الحق" جو اب "مرآة الحق" رکھا ہے۔ امید ہے کہ ان کا یہ کتابچہ معترضین کے اعتراضات کا اثر زائل کرنے کے لئے مفید ثابت ہو گا اور

ساتھ ہی اصل حقیقت کو ظاہر کرنے کے لئے بھی کارگر ہو گا کیونکہ انہوں نے مدلل طور پر معتزلی کے اعتراضات کے دندان شکن جوابات دیئے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب و تحریرات سے اصل دہور سے سوالمجات دے کر معتزلی کی بدعتی کو واضح کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس کا مقصد تحقیق حق کی بجائے عداوتِ حق کا اظہار اور پبلک میں شہرت کا حصول ہے۔ یہ کتابچہ معتزلی کے مقاصد پر آپس کا رمی غریب ثابت ہو گا انشاء اللہ۔ اس لئے دوستوں کو چاہیے کہ وہ اس کی بکثرت اشاعت کریں۔

خاکسار مرزا اسیم احمد ناظر دعوت و تبلیغ

تاد بیان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - نَمْرُوهُ وَفَعَّلَى عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَلِیْمِ - وَغَلَى عَبْدُهُ اَبِیْحَ الْمَرْغُوْبُوْهُ

”خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ“

نام نہاد عرفان الحق نامی کتاب میں قائم کردہ

”قادیانی خد کے محققانہ جوابات“

پیشتر اس کے کہ میں مندرجہ اعتراضات کے تحقیقی جوابات رقم کر دیا کروں یہ غرض کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ معتزلی نے حوالجات کے اندراج میں والسنہ یا نادالسنہ طور پر ناجائز تصرف سے کام لیکر احمدیہ جماعت کے اصول و عقائد کا جو غلط نقشہ پیش کیا ہے وہ نہایت ہی انسوٹناک سے اس لئے زیادہ مناسب یہی رہے گا کہ معتزلی کی پیش کردہ ادھوی سطور کو بھی ساتھ لکھ کر پھر حضور علیہ السلام کی کتب سے پورا اقتباس متعلقہ اعتراض درج کیا جائے۔ اول پھر مزید آشریکات کی روشنی میں اعتراض کی توضیح کی جاوے۔ مجھے امید ہے کہ اس طریقہ کار سے قارئین کرام کو حقیقت کے سمجھنے میں زیادہ آسانی رہے گی۔ لہذا اس کلیہ کے تحت میں معتزلی صاحب کے مندرجہ حوالجات پر شرح و بسط سے تبصرہ کے قارئین کرام کے لئے حق و باطل کے امتیاز کا بہترین موقع فراہم کرونگا۔

بِاللَّهِ التَّوْفِيقِ - وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ -

پہلا اعتراض -
 الجواب - معترض صاحب نے پہلے نمبر پر
 براہین احمدیہ ص ۱۵۵ کے حوالہ سے حضرت
 مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کو
 الہام "ربنا عاج" کو "ربنا العاج" کر کے لکھا
 ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ شیرازی
 صاحب نے حضرت مرزا صاحب علیہ
 السلام کی کتب کا بذات خود مطالعہ نہیں کیا۔ ورنہ بسم اللہ پر ہی شاید اس
 بددیانتی کا فریب ہونا پسند نہ کرتے کہ لفظ "عاج" کی بجائے "العاج" اس
 کو پڑھا کر لکھ دینے۔ محققین اس ایک ہی لفظ سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ایک
 طہم دہا مورمن اللہ کے الفاظ میں کس جرأت سے ناجائز تعریف کا التزام ہے
 العباد باللہ سے

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
 آئے آگے دیکھتے ہوتا ہے کیا

دوم - براہین احمدیہ حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب تادیانی
 علیہ السلام کے قبل از دعویٰ ناموریت کی تصنیف ہے جبکہ حضور علیہ
 السلام کو باوجود الہامات ہونے کے یہ دہم و گمان بھی نہ تھا کہ میں ہی
 وہ مسیح موعود ہوں جس کا لقب کبیراں پاک اور احادیث میں کنائیت و صلہ ختم
 الہی ہے۔ لہذا جملہ الہامات کو بھی سادگی سے رقم فرمایا ہے۔ چنانچہ براہین
 احمدیہ ص ۵۵ جہاں سے معترض نے الہام نہ پر بحث نقل کیا ہے اس کی پوری
 عبارت یوں مرقوم ہے کہ -

”ان مئی رجا میدھ ۵ بن دب اغضرا وارحم من السماء
 دینا عا ج رب السماجن احب انی مما یدل عوننی الیہ“
 اس عبارت کا ترجمہ بھی حضورؐ نے خود فرمایا ہے کہ !
 ”بہ تحقیق میرا رب میرے ساتھ ہے وہ مجھے راہ بتلائے گا
 اسے میرے رب میرے گناہ بخشے گا اور آسمان سے رحم کرے
 چہاں کہ رب عاجی ہے راس کے معنی ابھی تک معلوم نہیں ہوئے
 جن نالائق باتوں کی طرف مجھے بلاتے ہیں ان سے اسے میرے
 رب مجھے زندان بہتر ہے“
 پھر آگے چل کر ان الہامات کی تشریح میں حضورؐ فرماتے ہیں کہ:
 ”یہ سب اسرار ہیں کہ جو اپنے اپنے اوقات پر چپاں ہیں
 جن کا ظلم حضرت عالم الغیب کو ہے“
 ردہ امین احمدیہ صفحہ ۵۵۵ و ۵۵۶ و ۵۵۷

(درحاشیہ)

یہ معلوم شیرازی صاحب کو اتنی بڑی عبارت میں صرف ”ربنا عا ج“ پر ہی
 کیوں نفاذ فرمائی اور اس کو ہی مخصوص کر کے الہامی خدائی کا انکشاف کرنا مطلقاً
 تھا تاہم معتز میں صاحب نے کمر سمیت باندھ کر الہام زبیر کوٹ کا خود سنتہ
 ترجمہ کر کے دھوکہ دہی کیا اب صورت نکال ہی لی تھی۔ جو ہم نے بوضوح
 تعالیٰ نے تمام پوری عبارت سامنے لانے کے ساتھ ہی غریباں کر دی ہے
 مزید توضیحات بھی پیش کرتے ہیں۔ انشاء اللہ۔
 جہاں تک الہام مذکور کی تشریح کا تعلق ہے برودتے لغت بمعنی
 اور اللہ تعالیٰ کی بعض صفات کا اظہار کرنے والا ہے اور وہ اس طرح

کلمہ "مان" جو اسم فاعل ہے اس کے از روئے لغت مادے قرار دیئے
 جاسکتے ہیں۔ اول "عجوة"۔ دوسرے "عج"۔ "عجوة" کے معنی ہیں "شیر بچہ طفل یتیم لہ
 خود اللہ"۔ منشی العرب، اور اس لحاظ سے ربنا مانج کے یہ معنی ہیں کہ
 ہمارا رب وہ ہے جو ہماری تمیمی اور تکبیری کی حالت میں جبکہ ایمان خریا پر
 چلا گیا تھا۔ مسیح موعودؑ کے ذریعہ علم و حکمت کے روحانی دودھ سے
 ہماری تربیت فرمانے والا ہے۔ چنانچہ اسی مفہوم کی طرف حضرت مسیح
 موعودؑ کا یہ الہام بھی اشارہ کرتا ہے کہ :-

"آسمان سے بہت دودھ اتر رہے محفوظ رکھو"

رحقیقۃ الوحی ص ۱۱۱

دوسرے مادہ کے تحت "عج" کے معانی بیان کرتے ہوئے منشی العرب
 میں مرقوم ہے کہ "عج"۔ "عجوة"۔ "عجیجاً"۔ "عجوة"۔ "عجوة"۔ "عجوة"۔ "عجوة"
 "عج" کے معنی آواز کا بلند کرنا ہے۔ اسی طرح ناموں مجمع البحار میں لکھا ہے
 لہذا اس مفہوم کی صورت میں "ربنا مانج" کے معنی ہیں کہ "ہمارا خدا اپنی آواز
 بلند کرنے والا ہے"۔ چنانچہ سنت الہیہ بھی یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی
 آواز یعنی اس کی وحدانیت کو پہلانے والے اسی کے مبعوث کر وہ
 مامور ہی ہوتے ہیں لہذا اس الہام میں بھی خدا تعالیٰ نے حضورؐ کو قبل
 وقت بشارت دی تھی کہ میں تجھے مسیح موعود کی حیثیت میں کھڑا کر کے
 تیرے ذریعہ اپنی وحدانیت کی آواز دنیا کے کناروں تک بلند کراؤں گا
 چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا کہ اس وقت اعلانے کلمۃ الحق کی تبلیغ و اشاعت
 لی واحد جماعت عالم اکناف تک پہنچی ہوئی جماعت احمدیہ ہی ہے۔ جسی
 کی ترقی و اقبال کو دیکھ کر بڑے بڑے دنیا کے مؤرخ شہسوار ہ

گئے ہیں۔ اور لا محالہ طور پر جماعت احمدیہ کو تناور درخت "دریہ دار
 ۱۹۳۲ء اور "فتح نصیب جوئیل" والو کلام آزاد کے خطابوں
 سے یاد کرتے ہیں سے

"یہ سرارہ فضل و احسان ہے کہ میں آیا پسند
 زر نہ درگاہ میں تیری کچھ کم نہ تھے خد شگزار و درشن
 مغرب ایل لشیع کو "ربنا حاج" کی روشنی میں آواز بلند کرنے کی نہ تو
 اجازت ہے اور نہ ضرورت۔ ابھی تو اپنے علمائے دین کے اس حکم کی
 پیروی میں ہی ہمیشہ محتاط رہنا ہے کہ:

"انکم علیٰ دین من کفیرہا بشرہ اللہ ومن ارادہ
 اذہ اللہ" (اصول کافی صفحہ ۷۸۴) کہ

اے شیعو ہنروت کی خاطر دین کو بھی چھپانے کا حکم ہے ورنہ
 ذلت اٹھائیں گے۔

سو آپ کی طرف سے اخلاک و علم و الحق تبسی اہم ذمہ داری کو سونپنا بھی
 محال ہے چہ جائیکہ تبلیغ اسلام کے ذریعہ کو اور اگر نابہ تو صرف اور صرف
 خدا تائے کے مرسل ہدیٰ زماں کا ہی ورثہ ہے کہ اشاعت دین کے لئے
 بغیر اپنی شہرت کی پرواہ کئے ہر کس و ناکس مخالف و موافق کو مشعل راہ
 دکھائے اسی لئے مسطور نے فرمایا ہے کہ

کام کیا شہرت ہم کو شہرتوں سے کیا غرض کہ وہ ذلت کے راضی اس پر سو شہرت نہ
 گودہ کافر کہہ کے ہم سے دور نہیں چاڑھے ہ انکے غم میں ہم کو پیر بھی ہیں مسزوں دلفو
 وہ خدائیں جو ہزاروں سال کے ہونے

اب میں یتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار "درشن

دو سزا عرض :-

”کتاب البریہ صفحہ ۷۸ آئینہ کمالات اسلام ص ۵۶ میں نے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدایا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں کتاب البریہ ص ۷۹ خدا تعالیٰ میرے وجود میں داخل ہو گیا..... اور اسی حالت میں میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک بنیا نظام اور بنیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں سو میں نے پہلے تو آسمان و زمین کو اجالی حدیث میں پیدا کیا جس میں کوئی ترتیب اور تفریق نہ تھی۔ پھر میں نے منشا رتق کے موافق اس کی ترتیب و تفریق کی اور میں نے یکتا نقارہ میں اس کی خلق پر تادیر ہوں پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہنا آنا زمینا السماء ال دنیا بصبابہ پھر میں نے کہا کہ ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے“ (مترجم الحق ص ۵۲)

الجواب : معترض نے حضرت سیح موعود علیہ السلام کی کتاب سے اپنے مطلب کی چیزیں مسطور درج کر کے یہ ثابت کرنے کی ناجائز کوشش کی ہے کہ نفوذ باللہ حضرت اقدس نے

”السید کا ایک کشف پر بے جا اعتراض

خداقی کا دعویٰ کیا ہے آئینہ کمالات اسلام کی خزنی عبارت تو معترض نے پیش نہیں کی البتہ کتاب البریہ کی بڑی تقطیع کے دو صفحات کی عبارت کو چند لفظوں میں گتسب کر خدا واسطے کے اعتراض کی گنجائش نکال کر عوام کو نہایت دلچسپی کے ساتھ دھوکا دینے کی نمایاں کوشش کی ہے تاہم مجھے خوشی ہے کہ معترض نے لفظ ”کشف“ کو اپنے اعتراض میں شامل نہ کیا ہے جو کہ نہ صرف اس تمام اعتراض کا دفاع کرتا ہے بلکہ اس تمام عبارت کی رد ہے۔

لہذا معترض کو جاننا چاہیے کہ عدم علم سے عدم ثبوتی لازم کشف کی اصل تعبیر ہیں آتا اور نہ ہی کسی شخص کے قلمت تدبر سے حقیقت پر

پر وہ ڈالا جاسکتا ہے کشف کو ظاہر پر معمول کرنا قرین والعمدہ ہی نہیں ہے کیونکہ کشف ہمیشہ تعبیر طلب ہوتا ہے پس شیرازی صاحب مجھے افراد کا کشف پر بے جا اعتراض کرنا ہی ان کے اسرار کشف سے ناواقف ہونے کا اودھنے ثبوت ہے کتابت کے اصول کی رو سے معتزلی پر یہ لازم آتا ہے کہ اعتراض کرنے سے پہلے ان کی تعبیر معلوم کرے نہ کہ کشف کے الفاظ کو ظاہر پر معمول کر کے بنا۔ اعتراض بنانے کے علاوہ اس کے تفسیر القول بالایضاحی بہ ثالثہ یعنی کسی قول کی ایسی تفسیر کرنا جو اس کے کہنے والے کو مسلم نہ ہو اصولی علماء نے زیادہ مرکز جواز نہیں کو ہی مد نظر رکھ کر اپنی منقولی تحقیق کے ذریعہ کو ادا کرنے سے پیشتر اس اصول پر تدبیر کرنا ضروری امر ہے کہ اس کے مصنف اور لکھنے والے نے بذات خود اس کا کیا مطلب اور مفہوم لیا ہے۔ کیونکہ صاحب کشف کی اپنی بیان کردہ تشریح کے خلاف کوئی تشریح قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ لہذا میں اسی اصول کے مد نظر اپنے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مبینہ تشریح متعلقہ کشف درو یا کو خصوصی طور پر ملحوظ رکھوں گا تا تاثرین پر منکشف ہو جائے کہ کشف والہایات کی اصل حقیقت کیا ہے اور صاحب کشف نے بذات خود کیا نتیجہ اخذ کیا ہے۔

مخانیچہ آئینہ کمالات اسلام ص ۵۶۴ جہاں سے یہ اعتراض نقل کیا گیا

ہے اس کی غزلی عبارتیوں ہے :-

”رَأَيْتِي حَيْثُ الْمَلِيحَاتِ عَالِمُ اللَّهِ وَتَعْنَمَتِ
أَلَّتِي هُوَ“

جس کا ترجمہ معتزلی نے یوں کیا ہے کہ :-

”میں نے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور تمہیں

کیا کہ وہی ہوں؟ (عزنان الحق صفحہ ۵۲)

حضور علیہ السلام کے محور بالا الفاظ پر اگر شیرازی صاحب جیسے نامی کا براہِ راست یہ اعتراض ہوتا تو میں کسی حد تک معذور خیال کر کے ان کی غزنی زبان سے ناواقفی پا پھر ظہمی بے چارگی کا پورا احساس کر کے معاملہ درگزر کرتا مگر بقول ان کے ”مولانا احمد علی صاحب قندہ لاہوری“ رجن کی تالیفات سے یہ اعتراضات لئے گئے ہیں، جیسے لکھے پڑھے عالم کی طرف سے ہجو قسم اعتراضات نہایت ہی افسوس کن ہیں بہر حال قطع نظر اس کے محترم شیرازی صاحب کو بھی کم از کم ”نقل راعقل بانڈ سے کام لے کر خواہ مخواہ کا مہتر فن بننے سے اجتناب کرنا چاہئے تھا۔ مگر سچ ہے کہ

اَللّٰہِ سَبِّحْهُ کَسِیْ کُوْہِی اِیْسِی خَدَانِہ دے

دے آدمی کو موت پر یہ بدادانہ ہے

تاریخ پر واضح رہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی عبارت رؤیا اور بیداری میں صاف طور پر ”کشف“ یا ”خواب“ کا ذکر موجود ہے۔ خواب اور بیداری میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ حضورؐ کے الفاظ یہ ہیں کہ ”میں نے ایک خواب میں دیکھا“ اور خواب وغیرہ کو ظاہر یہ قبول کرنا صریح نادانی ہے اور خصوصاً اس زمانہ کے موحداً عظیم پر اس بنا پر اعتراض کرنا بھی سراسر ظلم اور سچائی کا خون کرنے کے مترادف ہے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت ابی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے کہ:

”رأیت فی بیدی سواحدین من ذہبٍ ریح مسلم الجوز الثانی

فی کتاب الرؤیا

کہیں دو سونے کے ٹنگن اپنے ہاتھ میں پہنے دیکھے اور وہ مجھے بہت

بڑے معلوم ہوئے۔ الخ
 حالانکہ آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ سونا پہننا مردوں کو حرام ہے تو
 کیا علماء شیعہ یا دیگر معاندین یہ فتوے دیں گے کہ دفعہ ذالک من ذالک
 آنحضرت صلعم نے فعل حرام کا ارتکاب کیا؟ سرگز نہیں۔ سرگز نہیں۔ کیونکہ حرمت
 کا توڑے ظاہر یہ ہے اور یہ واقعہ خواب کا ہے۔ اور خواب یا کشف کو
 ظاہر پر محمول کرنا سرگز و ریت نہیں۔

علاوہ اس کے اگر حضرت مسیح موعود کے محولہ بالا کشف پر آپ لوگ
 من گھڑت خدائی کا دعویٰ منسوب کرنے پر ہی بضد ہیں تو پھر مندرجہ ذیل حدیث
 کے متعلق آپ لوگوں کا خیال ہے؟

”رأيت ربي في صورة شاب امرؤ قو ططال له وقر
 شعره وفي رجليه نعلان من ذهب“

راليواقيت والمجواب صفحہ ۱۱ جلد ۱

”کہ میں نے اپنے رب کو ایک نوجوان کی شکل میں دیکھا اس کے
 لمبے بال اور اس کے پاؤں میں سونے کے جوتے ہیں؟“

کیا شیرازی صاحب یا ان کے سمینوا احدثت کی مخالفت میں رسول پاک صلعم
 پر بھی الزام شریک یا الزام تحقیق لگاتا ہے؟ اور اگر دان سو جائیں گے؟
 یہاں یہ بھی یاد رہے کہ اس حدیث کے متعلق انکار ممکن نہیں کیونکہ اس حدیث
 جیسے کثر شیعہ بھی فرماتے ہیں کہ یہ۔

”حدیث ابن عباس صحیح لا ینکرہ الا معتزلی“ سو مجھے امید ہے کہ

شیرازی صاحب اس حدیث کے منکر ہونے میں معتزلی بننے کا عشرہ ملحوظ رکھیں گے۔

چونکہ یہ واقعہ بھی کشفی ہے لہذا حضرت طاہر قاری کا یہ قول بھی قابل ذکر

ہے کہ :-

”الحديث ان حمل على المنام فلا اشكال في المنام“
”اگر اس حدیث کو خواب پر محمول کیا جاوے تو کوئی اعتراض نہیں“
رموضونات طائلی تاری صنفہ ۴۶

اسی طرح حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کا بھی یہی قول ہے کہ !
”ان هداة الرقية كانت في عالم الخيال ومن شأن
الخيال ان يجسد ما ليس من شأنه المتجسد من
المعاني الخ“ راليواقيف والجواهر جلد اول ص ۱۷۱

”یہ روایا عالم کشف کا واقعہ ہے اور وہاں غیر مجسم چیزیں مجسم نظر آجایا کرتی
ہیں“

غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آئمہ و حضرت یحییٰ موعودؑ کا کشف بالکل مشابہ
ہیں پس جو خواب آپ لوگ مندرجہ بالا روایا کا دیں گے وہی جو خواب ہماری طرف
سے منسجم ہے :-

چنانچہ حضرت یحییٰ موعودؑ نے خود اپنے اس کشف
حضرت یحییٰ موعودؑ کی اپنے
محولہ بالا خواب کی مثبت تعبیر
کی وضع طور پر شرح بیان کی ہے لیکن معترض
نے دانستہ طور پر اس کو منسجم کر رکھا ہے گویا

لا تقربوا الصلوة پر ہی عمل پیرا ہو۔ نہ کاہنیہ کر رکھا ہے۔ بہر حال حضورؑ
اپنے اس کشف کا ذکر کرنے کے بعد خاتمہ پر تحریر فرماتے ہیں کہ :-

”ولا یعنی بھدۃ الواقعة کما یعنی فی کتب الصحاب

وحدۃ الوجود وما یعنی بذالک ما مذہب

المحلویین بل ہدۃ الواقعة توافق حدیث

النبي صلى الله عليه وسلم اعنى بذالك حديث
 البخارى فى بيان مرتبة قرب النوازل لعباد الله
 الصالحين: (آية كليات اسلام ص ۵۶۶)

یعنے ہمارے اس کشف سے وہ مراد نہیں جو وعدۃ الوجود کے یا علول کے
 قائل مراد لیا کرتے ہیں بلکہ یہ کشف تو بخاری کی اس حدیث سے بالکل موافق
 ہے جس میں نفل پڑھنے والے بندوں کا ذکر ہے:

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۵۶ میں ہی تحریر فرمایا ہے کہ:

اعنى بعين الله رجوع الظل الى أصله غيبوبة فيه
 كما يجبرها مثل هذه المحالات فى بعض الاوقات
 على المحيئين

یعنے "عین اللہ سے مراد ظل کا اہل کی طرف جانا اور اس کا اس میں فنا ہو جانا
 ہے جیسا کہ بعض اوقات محبان الہی پر یہ حالات گذرتے ہیں:

الغرفن صاحب الہام وکشف کے الفاظ میں صحیح واثق ذریعہ ذیل حدیث بخاری
 کے بالکل ہم معنی ہے اور اس سے علول یا اتھاوتی الوجود کا حالنا سراسر پلا

ہے چنانچہ صحیح بخاری کی حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:!!

"مَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ

فَاظْهَرِ احْبَبْتَهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَ

بَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ

بِهَا رِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا"

بخاری کتاب الزمان باب التواضع جلد ۱ صفحہ ۹۲

توجہ نفل گزار بندہ میرے قرب میں ترقی کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس

سے محبت کرنے لگتا ہوں تب میں اس کے مکان بن جاتا ہوں جس سے وہ
 سنتا ہے۔ آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے ہاتھ بن جاتا
 ہوں جن سے پکڑتا ہے اور پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔
 پس حضرت مسیح موعودؑ کے اس کشف میں بھی اسی مرتبہ کے حصول کا ذکر
 ہے جس کی بشارت اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی مسلم کے ذریعہ امت
 محمدیہ کے کامل انزاد کو دی ہے۔ لہذا اگر شیرازی صاحب یا ان کے عمہ کو اس
 کشف پر اعتراض ہے تو اس کے معنی یہ ہوتے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 پر بھی اعتراض کر رہے ہیں کاش معترضین حضرت مرزا صاحب کی کتب کا خود
 بخور مطالعہ کرتے تو شاید شبیہ پاکٹ بک کے مصنف کی گمراہ کن تحقیق یہ
 انحصار نہ رکھتے ہوئے بے جا اعتراض نہ کرتے اور ناسخ کا پریشانی کی نہایت
 کا شکار نہ بنتے :

غلامہ ازیں تعبیر کی کتابوں میں بھی اس کشف کی تعبیر کو نہ
 علم تعبیر الروایا اور کشف حضرت مسیح موعودؑ
 صرف یہ کہ قابل اعتراض نہیں ٹھہرا گیا بلکہ اس کی
 نہایت اعلیٰ تعبیر بیان کی گئی ہے چنانچہ تعبیر الانام میں
 جسے علم تعبیر الروایا میں خاص قبولیت اور شہرت حاصل ہے لکھا ہے کہ :-

مَنْ دَامَى فِي الْمَنَامِ أَنَّهُ صَادِرٌ سُبْحَانَهُ وَتَنَالَهُ
 خَسْرَةٌ يُفْهِدُ إِلَى جِوَابِ الْمَسْتَقِيمِ

یعنی جو شخص یہ خواب دیکھے کہ وہ خدا سو گیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی
 کہ خدا تعالیٰ اُسے ہدایت کی منزل مقصود کو پورا کرے گا۔

اس سے ظاہر ہے کہ انسان عالم کشف میں اپنے آپ کو خدا دیکھ سکتا ہے
 اور یہ کشف کسی لعلی درجہ کے انسان اور مقبول الا عالمین کو ہی دکھایا جاتا

یہ شبیر ازمی صاحب جیسیہ کو باطن انسان کے لئے تو اس مرتبہ کے انسان کو
شناخت کرنا اور کنار اس مقام کو سمجھنا بھی مشکل ہے لہذا اس پر اعتراض کرنا
عاجز نہیں ہے جن لوگوں کو خدا تعالیٰ نے اس مقام اور صاحب مقام
کو سمجھنے اور جاننے کا فہم و ادراک بخشا ہے وہ سچو قسم کشوف کے محاصل
کی دل سے قدر کرتے ہیں اور ان کے قدموں کی خاک چھاننا ہی اپنے لئے
فخر سمجھتے ہیں بلکہ ایسے ہی شخص خاص نے روایات کو درانت کارنگ دیکر
اپنی تحریرات میں ہی حقیقت کو مشکشف کر دیا ہے جیسا کہ صوفیاء کرام و
بزرگان دین سے سبق ہے۔ مثلاً

رالف، "انک تری فیہ رفی المنام، واجب الوجود الذی
لا یقبل الصدور فی صوره و یقول لک محبوا لمنام
صحیحہ ما وراثت و لک ما یلہا کذا و کذا"

والیہ ائیت و الجواہر جلد ۱ ص ۱۶۳

یعنی تم خواب میں اللہ تعالیٰ کو کسی شکل میں مجتہم و بچہ سکتے ہو۔ علم التعمیر کا دافع
تمہاری خواب کو صحیح قرار دیکر اس کی تاویل بتائے گا۔

رف، حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمہ کی تالیف فتوح الغیب مقالہ
نمبر ۱ صفحہ ۷۷۔ اعزلی عبارت میں مرقوم ہے جس کا اردو ترجمہ حسب
ذیل ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ:-

"اللہ تعالیٰ نے بعض کتابوں میں فرمایا ہے کہ اے آدم زاد!
میں خدائے واحد ہوں اور کُن کہنے سے ہر چیز پیدا کر لیتا ہوں
تو میری اطاعت کریں تجھے بھی کُن نیکون کے اختیارات دے
دوں گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ سلوک بہت سے انبیاء

اور اولیاء اور اپنے خاص بندوں سے کیا بھی ہے۔

(ج) حضرت فرید الدین عطار فرماتے ہیں کہ :-

”جو شخص حق میں محو جاتا ہے وہ حقیقت میں سرنا پار حق ہی ہو جاتا ہے اور اگر وہ آدمی خود نہ رہے اور سب کو حق ہی دیکھے تو یہ عجب نہیں ہوتا۔“

(تذکرۃ اولیاء صفحہ ۱۴۹ - تذکرہ بایزید بسطامی)

(د) مولوی محمد الحق صاحب محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ :-

”عارف کے ہاتھ خدا کے ہاتھ اور اسکی زبان خدا کی زبان اور اس کی آنکھ خدا کی آنکھ ہو جاتا ہے۔ یہ زاور خدا تو مالے در حقیقت ان اعضاء سے پاک ہے اپنا بچہ اس حدیث میں مذکور ہے۔ الذی یسبح بہ اسی طرف اشارہ ہے اور اسی مرتبہ میں وحدت وجود کا راز کھلتا ہے۔ اگرچہ خدائے پاک اپنی ذات اور صفت میں جمیع کائنات سے الگ اور ممتاز ہے کوئی ممکن واجب نہیں ہو سکتا لیکن عارف پروردگوب کا ایک ایسا پہلو پڑتا ہے کہ اس کے اشارہ میں ظہور کرنے لگتے ہیں تب اس کا تعارف عالم میں ہونے لگتا ہے اور وہ شخص فنا فی اللہ اور باقی باللہ ہو جاتا ہے۔“

ہرگز نہ بیرد آئیکو بخش زندہ شد بہ عشق

ثبت است بر جریۃ عالم دوام ما

پس یہ انسان کا کمال انتہائی ہے سو یہ مرتبہ خاص انبیاءِ عظیم السلام کو اور ان سے کچھ اتر کر ان کے کچھ متبعین اولیاءِ کرام

کو نصیب ہوتا ہے۔ (مقدمہ تفسیر حقیقی مسئلہ)
یہ چاروں اقتباسات اپنے مطلب کے لحاظ سے نمایاں اور واضح ہیں۔
تشریح کی ضرورت نہیں کاش محترم شیرازی اور ان کے رفقاء صوفیاء کرام کے ان
زریں اقوال پر کان دھر کر کچھ نفیحت حاصل کر کے اس زمانہ کے بڑے سے
بڑے عارف باللہ اور ملہم من اللہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی
علیہ السلام کو شناخت کرنے کی سعی فرماتے تا شاید من لہم یعرف امام
زمانہ مقدمات مبدیۃ الجاہلیہ والی حدیث ہوئی کی دلیل سے نجات
پاتے اور اپنے بودے اعتراضات کے نتیجہ میں شرمنڈگی کا موجب نہ ٹھہرتے
مگر سچ یہی ہے کہ

قدر زرد گرد اندلایا بداندہ جو بہر جو بہری
پس یاد رہے کہ حضرت مسیح موعود کا کشف لویا صوفیاء کرام کی زبان اور ان
اصطلاح میں حضورؑ کی صداقت کا زبردست ثبوت ہے نہ کہ قابلِ اعتراض
"بدگمانی نے تمہیں بنیوں داندہ لکھ کر دیا"

دیند بخنے میری صداقت پر براہیں بے شمار مسیح موعودؑ
عجلہ منقولات احادیث و اقوال صوفیاء کرام درج کر کے
خدا تعالیٰ کی ہستی | اب میں معترضین صاحب کی توجہ اس امر کی طرف مبذول
اور مسیح موعودؑ | کرتا ہوں کہ اگر حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی
نے بقول آپ کے طرہائی کا دعویٰ کیا تھا تو ضروری تھا کہ حضورؑ دوسرے
درعیان الوہیت کی طرح خدا تعالیٰ کی ہستی کے مفکر ہو کر اپنے معتقدین کو بھی خدا
تعالیٰ کی ہستی کے انکار کی تلقین کرتے مگر اس کے برعکس ہم یہ دیکھتے ہیں کہ
حضورؑ نے اپنی کتابوں میں بار بار خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لانا ضروری قرار دیا۔

اسی خداوندی کے دلائل کو نلٹ ثابت کر کے اپنی جماعت کو پُر زور الفاظ میں اس
لاشریک ہستی پر ایمان لانے کی تلقین کی ہے چنانچہ حضور اپنی تالیف لطیف
بح صفحہ ۸ میں فرماتے ہیں کہ :-

”تمام دنیا کا وہی خدا ہے جس نے میرے اوپر وحی نازل کی جس
نے میرے لئے زہرِ دست نشان دکھائے جس نے مجھے اسی
زمانہ کے لئے مسیح موعود کر کے بھیجا اس کے سوا کوئی خدا نہیں
نہ آسمان میں نہ زمین میں جو شخص اس پر ایمان نہیں لاتا وہ سعادت
سے محروم اور غزلان میں گرفتار ہے۔“

پھر حضور علیہ السلام توحید کے عقیدہ کی تشریح میں بھی اپنے خدا داد
سے جماعت کو نصیحت فرماتے ہیں کہ :-

”اے سننے والو! سنو! کہ خدا تم سے کیا چاہتا ہے بس یہی کہ تم
اسی کے ہو جاؤ۔ اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کرو نہ آسمان
میں نہ زمین میں۔ ہمارا خدا وہ خدا ہے جو اب بھی زندہ ہے
جیسا کہ پہلے زندہ تھا اور اب بھی وہ بولتا ہے جیسا کہ وہ پہلے
بولتا تھا اور اب بھی وہ سنتا ہے جیسا کہ پہلے سنتا تھا۔ یہ
خیال خام ہے کہ اس زمانہ میں وہ سنتا تو ہے مگر بولتا نہیں مگر
وہ سنتا ہے اور بولتا بھی ہے اس کی تمام صفات ازل
ابدی میں کوئی صفت بھی معطل نہیں اور نہ کبھی ہوگی وہ وہی
وہ احد لاشریک ہے جس کا کوئی بیٹا نہیں اور جس کی کوئی بیوی
نہیں اور وہی بے مثل ہے جس کا کوئی ثانی نہیں اور جس کا کوئی
کافی کسی خاص صفت سے مخصوص نہیں اور جس کا کوئی ہمتا نہیں

میں کا کوئی ہم صفات نہیں؟ (الوصیت منام)

کیا دنیا میں کوئی سید الفطرت اس تحریر کے راقم کو طبعی الوہیت قرار دے سکتا ہے؟ ہرگز نہیں ہرگز نہیں اس عبارت کا ایک ایک لفظ اس شخص کے فنا فی اللہ اور بقا بالہ پر وال سے اخذ ہے کہ اس قسم کی محکم عبارات کی موجودگی میں آنکھیں بند کر کے یہ کہہ دینا کہ آپ نے خدائی کا دعویٰ کیا ہے ایسا ہی ہے جس طرح کہ آریہ اور عیسائی قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات طیبات سے شرک کی تعلیم ثابت کر رہے ہیں۔ پس اسے سوچنے والوں پر چوہا اور تغذ کر دے کہ آخر یہ بہتان طرازی کیوں ہے؟ کیا صرف اسکا لئے نہیں کہ دنیا کے فرزندوں کو روشنی سے روکا جائے اور وہ نور ہدایت سے غور نہ ہونے پائیں اور پھر نہ موصی سے ظاہر پر اہل تشیع کی طرف سے ہمدیٰ زمان کے خلاف ہرزہ سرائی اور الزام آرائی تو اور بھی جیران کن ہے جبکہ ان کے ہاں مستم ہے کہ جہاد موعود حضرت ابراہیمؑ اسمعیلؑ موسیٰؑ یوشعؑ عیسیٰؑ شمعونؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور امیر المؤمنین ہونے کا دعویٰ کرے گا۔ اور بیانگ ڈہلی اغلا کرے گا۔

”فہا اناذ الحکمۃ علی اللہ علیہ وسلم و

(میاثر منین) رد کچھو کتاب بحار الانوار ص ۳۱۱

”تو اس سورت میں کم از کم اہل تشیع ملاحق کے اعترافات سے اجتناب کرنا چاہیے تھا جبکہ حضرت مرزا صاحب کے اعلانے ہمد ویت میں ال مراتب کا اقرار بھی موجود ہے کہ

”میں کبھی آدم کبھی عیسیٰ کبھی یعقوب ہوں؛ نیز ابراہیم ہوں نیلیں ہیں میری بے شکا

وہ شجر ہوں جس کو داؤد صفت کے پھل لگے : نیز یہ ہوا داؤد اور جالوت سے میرا شکار
 میں دپانی ہوں کہ آیا آسمان سے وقت پر : نیز میں وہ ہوں نور خدا جس سے ہوا دن آشکار
 کیوں بکرتے ہو گریں آگیا ہو کر مسیح : خود سیحانی کا دم بھرتی ہے یہ پایدہ ہنسلہ
 اسکو صوت السمار جاہ المسیح جاہ المسیح

نیز لبثنا زمی آمد امام کا مکار

دسیح موعود

پس ایسے ادلو العزم من ماموریت اور خدا تعالیٰ کے مرسل کے کشوف و
 الہامات پر اعتراضات کی بوجھاڑ کرنا بھی جہاں حق و صداقت کا خون کرنے کے
 مترادف ہے وہاں اغیار کی مخالفت و مخالفت حضرت مرقدہ صاحب کے حقیقی
 ہمدی ہونے کی مسدوقہ دلیل بھی ہے جیسا کہ مولوی سید محمد سلیمان صاحب شہدہ
 اپنی کتاب الصراط السوی صفحہ ۵۰۳ میں مرقوم ہیں کہ :-

” اہ علماء اوس کے یعنی ہمدی کے ۔ ناقل ثانی (قتل کے فتوے

دی گئے اور بعض اہل ڈول اوس کے قتل کے لئے جو جنر بھیجیں

گئے اور یہ تمام نام کے ہی مسلمان ہوں گے ۔“

پس معرعل شیرازی صاحب کو شلیو ہونے کی حیثیت سے اپنے اس مخالفانہ
 رویہ کو اسی خدشہ سے تکسنا کرنا چاہیے کہ ہمیں وہ بھی تمام کے ہی مسلمان ہوں گے ۔
 والی خبرست میں شمار نہ کئے جاویں اسی طرح دیگر فرقہ ہائے اسلام کو بھی حضرت
 محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ پر ایمان رکھتے ہیں انہیں بھی ان کے اس
 فرمان پر غور کرنا چاہیے کہ :-

” اذ احقر : ہذا الامام المہدی ثلثین لسنہ

ہذا وثین الا الفقیہ الخاصۃ : رضوات صحیحہ امامت

یعنی جب امام ہمدانی کل کھڑے ہوں گے تو سوائے علماء کے ان کا کوئی کلمہ
کھلا دشمن نہ ہوگا!

پس علماء و فقہاء وغیرہ کہلانے والے افراد کا صفوڑے کے خلاف بدزبانی کرنا
کتاب میں شائع کرنا۔ اور دشنام دہی پر کلمہ لہجہ پر کرنا امام کا الالغام کو مخالفت
پر آمادہ کرنا جملہ پیشگوئیوں اور بشارتوں کے پیش نظر مقدمہ سے لہذا اجازت
احمدیہ کے لئے یہ اور بھی خوشی کا مقام ہے کیونکہ حقیقی اور سچے ہمدانی کی صفات
کا یہ زندہ نشان ہے اور ایسی چیز کا اس آیت کریمہ میں بھی اشارہ ہے کہ یحسبنا
علی العباد مایا قیوم ~~محمود~~ ~~الاک~~ کا جواب یہ یسنا تخریرون سے

کیونکر گرنے رو جو محقق ہے ایک بات

کچھ ہوش کر کے غدر سناؤ گے یا نہیں؟

سچ سچ کہو۔ اگر نہ بنام سے کچھ جواب

پھر بھی یہ منہ جہاں کو دکھائے گے یا نہیں؟

کب تک رہو گے ضد و تعصب میں ڈبے ڈبے پڑے آخر قدم بعد قدم اٹھاؤ گے یا نہیں؟
صبح ہو عودا

تیسرا اعتراض: "نہی زمین اور نیا آسمان" کے اس ضمنی اعتراض پر بھی حسب معلومات تبصرہ
بنانے کے ضمنی اعتراض کرنا مناسب سمجھتا ہوں جو اعتراض کتاب البریہ
کے صفحہ ۷۹ سے لکھنے تان کر پیش کیا گیا ہے کہ حضرت

مرزا صاحب نے بغور (باشد) الوہیت کے دعویٰ کے بعد زمین و آسمان
کے خالق برسنے کا بھی دعویٰ کیا ہے اس کا ایک جواب تو یہی ہے کہ یہ سب
کٹھنی معاملہ ہے اور عالم رویا میں اس مہتمم کے روحانی صفوڑے منتشر نہیں۔

جیسا کہ ماسبق کی مندرجہ عبارات و اقوال سے متین ہے بہر حال حضرت مسیح موعودؑ نے محولہ بالا روایا کے ضمن میں ہی تحریر فرمایا ہے کہ میں نے خواب میں ہی زمین و آسمان بنایا اور اس کی انہی بھی حضورؑ نے اپنی تعریف آئینہ کائنات اسام صفحہ ۵۶۶ پر خواب کو نقل فرمایا ہے کہ

”إِنَّ هَذَا الْخَلْقَ الَّذِي رَأَيْتُكَ إِشَارَةً إِلَى تَأْيِيدَاتِ سَمَاوِيَةٍ وَأَرْضِيَّةٍ“

کہ زمین و آسمان جو میں نے خواب میں دیکھے ہیں تو یہ اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ آسمانی اور زمینی تائیدات میرے ساتھ ہوں گی۔ اسی طرح آپ اپنی دوسری کتاب چشمہ سحیح صفحہ ۲۵ کے حاشیہ پر تنگ نظر معترفین کی بصدارت کشافی کے لئے مٹھہ فرماتے ہیں کہ :-

ایک دن کشمیری رنگ میں دیکھا کہ میں نے نکاح زمین اور نیا آسمان پیدا کیا ہے اور پھر میں نے کہا کہ آؤ اب انسان کو پیدا کریں اس پر نادان مولویوں نے شور مچایا کہ دیکھو اس شخص نے خدائی کا دعویٰ کیا ہے حالانکہ اس کشف سے مطلب یہ تھا کہ خدا میرے ہاتھ پر ایک ایسی پیدا کرے گا کہ گویا آسمان اور زمین نے جو جاتیں گے اور حقیقی انسان پیدا ہوں گے، گے۔

بھڑھ فرماتے ہیں کہ :-

”خدا نے ارادہ کیا ہے کہ وہ نئی زمین اور نیا آسمان بنا دے وہ کیا ہے نیا آسمان؟ اور کیا ہے نئی زمین؟ نئی زمین سے وہ پاک دل مراد ہیں جن کو خدا اپنے ہاتھ سے تیار کر رہا ہے جو خدا سے ظاہر ہونے اور خدا ان سے ظاہر ہو گا اور نیا آسمان

وہ نشان ہیں جو اس کے بندے کے ہاتھ سے اسی کے اذن سے ظاہر ہو رہے ہیں۔ "رکعتی نوع بیکہ"

کاش معترف صاحب اپنی تعویب کی سیاہ عینک اتار کر چشم قلب سے حضرت مرزا صاحب کے اس ارتقاء روحانی کا اندازہ کر کے حضورؐ کی ذاتی تعبیر و تشریح پر ہمدردانہ غور فرماتے تو شاید اللہ تعالیٰ انہیں بھی اس چشمہ حیات سے سیراب کر کے نورانی بصارت عطا فرما کر ہدایت پر گامزن کرتا نتیجہ کے طور پر وہ بھی ہمدی کی نجات یافتہ جماعت میں داخل ہو کر جنت کا وراثت بھگتا مگر ظاہر ہے کہ انہیں ہدایت سے بڑھ کر دقار کا اشتیاق ہے۔ جو حضرت مرزا الدیاد اللغزہ کا ہی زینہٴ نیاں ہے مگر ہم پھر بھی مشورہ دیکھ گئے۔

گر کر و توبہ تو اب بھی خیر ہے کچھ غم نہیں
تم تو خود بنے ہو قہر ذوالمنن کے خواتنگا "سیح موعود"
مختصر یہ کہ قارئین کرام پر یہ حقیقت واضح ہو گئی ہے کہ حضرت سیح موعودؑ کے اس کشف سے کسی صورت میں بھی خدائی کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا البتہ دنیا دہوں کی دین کی طرف رغبت پیدا ہونے کی اور خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی ایک بشارت منورہ ہے جو بفضل باری تعالیٰ کچھ تو پوری ہوئی ہے اور پوری ہے۔

گوشنوا ہم اس کی راہ میں مرد ہے ہر گھڑی
کیا کرو گے تم جاری نیستی کا انتظار! "سیح موعود"
ہم تو ہر دم پڑھ رہے ہیں اک بندی کی طرف
وہ جانتے ہیں کہ ہر جا میں نبیاں ہم زیر خانہ
"سیح موعود"

ضمنی اعتراض نمبر ۱۰ کی | اب ہم اسی ضمنی اعتراض کے دوسرے پہلوؤں پر بھی
 مختصر روشنی ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں تا مخالف
 دوسرے پہلو سے تحقیق | معترض کو اپنی معدوم عملیت کا احساس ہو جائے
 یا در ہے کہ یہ مادی زمین و آسمان پہلے سے پیدا شدہ تھے نہ تو ان کے پیدا
 کرنے کا کوئی دعوے ہی کر سکتا ہے اور نہ ہی یہ ممکن ہے جیسا کہ حضرت یحییٰ
 موعود خود ہی اسکا کتاب آئینہ کمالات اسلام میں مرقوم ہیں کہ :-

”واثق اعتقاد من خمیم قلبی ان للعالم مطلقاً قدیماً
 واحداً قساراً کسریماً مقتداً علی کل ما ظہر و خفی“ (۱۸۴۷ء)
 یعنی میں یقین دل سے اعتقاد رکھتا ہوں کہ اس عالم زمین و آسمان اور کائنات
 کا ایک قدیم تادرا اور کریم خدا خالق ہے جو ظاہر و خفی ہر اقدار رکھتا ہے۔
 مگر اس حقیقت کے باوجود انبیاء کے طریق پر ایک قسم کے زمین و آسمان پیدا
 کرنے کا آپ کو دعویٰ تھا اور بے شک آپ نے وہ پیدا کر دیا اور وہ
 مادی زمین و آسمان نہیں بلکہ مدعائی زمین و آسمان تھے حضور کا ارشاد ہے
 ”ہر ایک عظیم الشان مصلح کے وقت میں روحانی طور پر دنیا
 آسمان اور زمین بنائی جاتی ہے“ (حقیقۃ الوحی ص ۹۷)

چنانچہ پیدا کرنے کی یہ قسم صرف حضرت یحییٰ موعود کے لئے محفوظ
 نہیں ہے بلکہ ہر نبی کے وقت میں ہی زمین اور دنیا آسمان بنتا رہا ہے ہی وجہ ہے کہ
 اناجیل میں پطرس کے حسب ذیل الفاظ آج تک محفوظ ہیں کہ :-
 ”اس کے وعدے کے موافق ہم نئے آسمان اور نئی زمین کا
 انتظار کرتے ہیں جن میں راستبازی بسی رہے گی“
 (روپلرس ص ۱۱)

مزید برآں قرآن مجید پر غور کرنے سے بھی آیہ شریف ظہر الفساد فی البئر
 و البحر میں بھی اسی انقلاب عظیم کی طرف اشارہ ہے یعنی کہ نبی کریم صلعم کے زمانہ
 میں عظیم الشان طوفان پر دنیا آسمان اور نئی زمین بنائی جائے گی۔ چنانچہ ہم سمجھتے
 ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی غلام اور ان کے نائب مشن محمدی سے
 سرشار فاشق حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بحیثیت مسیح موعود اس
 وقت مبعوث ہوئے جبکہ دنیا میں تاریکی کا غلبہ تھا اور مسلمان جو مذہب کی
 دنیا میں اکیلے ہی آسمان وزمین تھے بجز چکے تھے آریہ اور عیسائی مذہبوں تک
 اس دنیا پر چھا رہے تھے جس کا نفع "عیب جرنیل" نے شاندار دنیا میں کیا اور
 اسلام کی عظمت و شوکت کو بفضل تمہارے چار چاند لگا کر لاکھوں مسلمانوں
 کو مرتد ہونے سے بچایا بلکہ نام اعلان کیا کہ

"آڈ لوگو کہ ہمیں دیر خدا پاؤ گے"

یوٹھیں طور تسلی کا بتایا ہم نے ریح موعود

کوڑا نائش کیلئے کوئی نہ آیا برعیندہ بر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے
 چنانچہ ایسے آٹھ سے دنت میں حضرت مسیح موعود کے علاوہ دیگر طبقہ
 علماء میں بھی اس چیز کو شدت سے محسوس کیا جا رہا تھا جیسا کہ ایڈیٹر زمیندار
 نے بھی اقبالِ ماضی کی شان و شوکت کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھا ہے کہ

"آسمان نے وہ بساطِ طالتھی، مسلمانوں کا اقبال اقبال سے

بدل گیا ان کی وسیع و عریض سلطنت کے حصے بنے ہو گئے

ان سے ظلم چھین لیا گیا ان سے وہ خصائص سلب ہو گئے جن

کی وجہ سے مشرق و مغرب میں ان کی دھاک تھی"

زمیندار، ۱۹۳۰ء، اپریل ۱۹۳۰ء

کونسا ظلم ہمیں کیا گیا؟ وہ علم قرآن کا ذکر حضرت مسیح موعودؑ نے ان الفاظ میں فرمایا ہے

مسلمانوں پہ شب اد باہر آیا
کہ جب تعظیم قرآن کو ٹھک لایا (مسیح موعودؑ)
الزمین اب تو عرش پر بھی ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ نیا آسمان اور نئی زمین
پیدا کی جاوے اسی محاورہ کو استعمال کرتے ہوئے شبلی صاحب بھی کہتے
ہیں

ہی چرخ کی اب نئی ادائیں چلے لگیں اور رہی ہوائیں
چھڑے جو گئے نئے فنے نغمہ نہ رہا نہ وہ ترانے
چھوڑے ناکے نکلانے اور افسوں اب رنگ زباناں بے دگرگوں
سیا ہے جی اب نئی چمک کے وہ ٹھٹھا لہ بدل گئے نلک کے
اب ضرورت نکل دی نئی ہے انڈیا کسے زمین نئی ہے
رشتہ می صبح امید صفحہ ۵)

تاریخین کرام عز و ذرا ہیں کہ جہاں حضرت مرزا غلام احمد صاحب تادیبانی
نے اپنے اس پر از مدار کشف سلی بشرع و بط تعبیر کر کے واضح کر دیا ہے
کہ خدا تعالیٰ کی منشاء ہے کہ اب وہ اپنے بسوت کردہ مامور کے ذریعہ
ہی اسلام کی حقانیت کو اتنا واضح کر دے کہ وہ نئے آسمان و زمین کی شکل
پیدا کر دیں وہاں دیگر نامادین نے بھی اس منشاء الہی کو مخالفی طور پر محسوس
کر کے اس امر کی تصدیق کر دی ہے کہ واقعی اس دنیا کو اب نئے آسمان اور نئی
زمین کی ضرورت ہے پس ان بگڑتے ہوئے حالات میں حضور کا دعویٰ ایک
روحانی جماعت پیدا کرنے کا ہے، سزا بہرے کہ عالم دنیا کے غیر حاضر ہیں

جماعت احمدیہ کی نیکی۔ پارسائی۔ اسلام کہ سرفروشانہ خدایات اور روحانی
 تہنیت اور اعلائے کلمۃ الحق کی تبلیغ صاحب دل انسانوں کے لئے موجب
 افتخار و نعمت ہے آپ نے پاکبازوں کا ایک گروہ پیدا کیا جو بفضل تواری
 دن دو گنی اور رات جو گنی ترقی کر رہے ہیں جس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نورا
 صاحب کو پیکشفت دکھایا تھا اس وقت کی پوزیشن یہ تھی کہ اس میدان میں
 آپ نہ صرف تین واحد بلکہ ایک دورانتادہ اور معمولی نگاہوں کے ہاں ہونے
 کی وجہ سے اتنے ہی گناہ تھے کہ اس پاس کے لوگ بھی آپ سے ناگوار تھے منصورؒ
 مختصر اس زمانہ کا اپنے منکوم کلام میں یوں ذکر فرمایا ہے کہ

”اک زمانہ تھا کہ میرا نام کبھی مستور تھا قادیان بھی تھی نہاں ایسی کہ گویا زیر غبار
 کوئی بھی واقف نہ تھا مجھ سے نہ میرا معتقد لیکن اب دیکھو کہ چرپاقتقد رہے کناہ
 اس زمانہ میں فدائے دہا تھی شہرت کی خبر جو کہ اب پوری ہوئی بعد از مرد و روزگار
 کھول کر دیکھو براہی جو کہ ہے میری کتاب ہمیں ہے ریٹنگوں پر ہوا اس کو اکیبار
 اسی طرح سے منصورؒ زمانے ہی کہ
 میں تھا غریب و بکس و گناہ و بے ہنر

کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیان کدھر
 لوگوں کی اس طرف کو ذرا بھی نظر نہ تھی
 میرے وجود کی بھی کسی کو خبر نہ تھی

اب دیکھتے ہو کیسا رواجِ جہاں ہوا
 اک مزاجِ خواہی قادیان ہوا (دورِ شہین)
 سو آج بفضلِ تعالیٰ اس کشف کی تعبیر میں جماعت احمدیہ پر سورج غروب
 نہیں ہوتا۔ بلکہ ناگنیر انقلاب کے ساتھ اکانات و احزاب کے ٹکڑے ٹکڑے انسانوں

کوشیت الہی نے حضرت مرزا صاحب کے قدموں میں لاکھ لاکھ روپے اور اس طرح سے یہ خداداد سلسلہ بین الاقوامی پوزیشن اختیار کیا گیا ہے۔ اللہم زدنا رلا تنقضا کیا یہ چشم واکے لئے سامانِ بعیرت نہیں، فتد بروایا ادلی الابصا

۵
منہر چشم عداوت بزرگتر عیب است
گل است سعدی و در چشم و گمنان ہمارا

چوکھا اور پانچواں اعتراض۔

چوتھے نمبر پر ماشیہ پی راقم نے حضرت علی کا

اندازِ مختصر اور الہامات کا حسب پسند ترجمہ

درج کر دیا ہے کسی نے سچ کہا ہے ۵

الشی سمجھ کسی کو بھی خدا نہ دے

دے آدمی کو موت پہ یہ بدادانہ سے

انسوں صرف اس بات کا ہے کہ تیراڑی

صاحب نے الہامات کا ترجمہ کرنے میں اپنے ہنزیہ اصول کو قائم رکھتے ہوئے

سادہ لوح مسلمانوں کو فریب خوردہ بنانے میں جو طریقہ اختیار کیا ہے یہ ان کا ہی

صنعت ہے مگر اس قسم کی دعو کا وہی تب ممکن تھا کہ اگر حضرت مسیح موعودؑ نے بذات

خود الہامات کی تشریح سے اعتراف کیا ہوتا اور آپ کی طرح صرف الہامات درج

کر کے بلا ترجمہ و تشریح چھوڑ دیئے ہوتے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے

اس اور العزم مامور و مرسل نے مخالفین کے مزاج کو قبل از وقت شناخت کر کے

تمام پیش کردہ اعتراضات کے معقول و مربوط جواب دے کر راہِ حق سے بھٹکنے

والوں کو سراطِ مستقیم کی راہنمائی فرمائی ہے اور اسی کا نام ماموریت ہے چنانچہ

دافع البلاد وائے الہاموں کو بھی حضورؑ نے بلا تشریح نہیں چھوڑا ہے۔ مگر

سوا فاع البلاد صلاخی باعیتک

ما بعیتی ربی خدا نے میری دمرنا

صلاخی باعیتک کی انت منی وانا ملک

مرزا خدا سے ہے اور خدا مرزا

۵: عرفان الحق ص ۵۴

معتزین کا خیانت و امانت اس بات کی حامل نہیں ہے کہ وہ حق شناس و سناو سناوت
ذمیر جمل الہام و کشف کو حقیقت کی کسوٹی پر چڑھا کر پیش کرے بلکہ اس کو تو ایسا
ہی مقصد ہے کہ خود ساختہ ترجمہ کر کے عوام کو لفظ پرستی کے جال میں پھنسا
کر احمدیت کے خلاف بدگمانی پیدا کرنا ہے۔ درختہ یہ کیسے ہو کہ آج کے معتزین
کو دافع البلاء کے صفحہ ۶ پر تو الہام کی عربی عبارت پر نظر پڑی۔ مگر صفحہ ۸ پر
مباحثہ لکھتے ہیں آئی۔ العجب۔ یہ ظاہر ہے کہ اس قسم کی پیچیدگی پیدا کرنا
کسی نیک نیت انسان کا کام نہیں ہے کیونکہ صاحب الہام کی نشریات کو نظر
سے اوچھل رکھنا ہی معتزین کی چالاکی کا بذاتِ خود اظہار ہے۔ چنانچہ حضرت
سیح موعودؑ اپنے اس الہام کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

”میں نے تجھ سے ایک خرید و فروخت کی ہے..... تو بھی

اک خرید و فروخت کا اقرار کر اور کہہ دے کہ خدا نے مجھ سے

خرید و فروخت کی۔“ (دافع البلاء صفحہ ۸)

لہذا حضرت اقدسؑ نے اس الہام کو لینے بالیصلتک بالیصلتی ربی میں خدا تعالیٰ
کے ساتھ خرید و فروخت کا ذکر نہ کیا ہے جو قرآن کریم کی اس آیت میں مذکور
ہے کہ :-

ان الله اشترى من المؤمنين انفسهم واموالهم بان لهم

المحجة (بارہ اے ۳)

کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے ساتھ ایک سودا کیا ہے اور وہ یہ کہ خدا نے ان
کے مال اور جانیں خرید لی ہیں اور اس کے عوض میں ان کو جنت دکھائی ہے۔ فلا
اعترض دوسرا الہام انت منی دانا منک کو شیرازی صاحب نے دافع البلاء
دائے الہام کے حوالہ سے ہی درج کر دیا ہے اور نقل راغفل ہاندے گریز کر کے

رف شیعہ پاکٹ بک کی نقل تک ہی کارہ روالی محدود رکھی ہے۔ حالانکہ دافع
بلاد میں یہ الہام درج نہیں ہے البتہ حقیقتہً الوحی مکمل میں مرقوم ہے جہاں
سے غالباً یہ نقل کیا گیا ہے اور سفر اخذ است اور خدا مرثا سے خود ساختہ
چمکے سادہ لوح انسانوں کو خواہ مخواہ کی الجھن میں ڈال کر احمدیت اور
نی احمدیت کے خلاف مشتعل کرنے کی ناہانز کو شش کی ہے حالانکہ حقیقت
س طرح پر نہیں ہے کیونکہ اول تو از سوتے زبان غریب اس نام طلب یوں
پہن سمجھا جاتا کہ جہاں یہ الفاظ آئیں وہاں باپ ہے لہذا ہی تعلق ہو۔ مثلاً قرآن
میں آتا ہے کہ جب حضرت طلوت ایک لشکر جو ارہے کر گئے اور راستہ
ایک نہر آئی تو انہوں نے فرمایا کہ :-

”مَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ وَ مَنْ لَمْ يَمْسُكْهُ فَاِنَّهُ

مِنِّيْ“ البقرہ ۳۳

یعنی جو اس نہر سے پیر ہو کر پئے گا وہ مجھ سے نہیں اور جو نہ پئے گا وہ مجھ سے ہے۔
بسیا بہت کارہ مطلب تھا کہ جو پانی پئے گا وہ میرا بیٹا نہ رہے گا اور
نہ پئے گا وہ میرا بیٹا بن جائے گا۔ معاذ اللہ! ہرگز نہیں۔ بلکہ آت کا مطلب
ہے یہ تھا کہ جو لوگ نہر کے اتار میں کامیاب آتیں گے وہ میرے دوست
ہیں اور مجھ سے تعلق رکھنے والے ہیں اور میرے نہیں۔ پس چنانچہ مولوی
مار الغد صاحب امرتسری نے اس آت کے ترجمہ میں لکھا ہے :-

”جو شخص اس نہر سے پئے گا وہ میری جماعت سے نہ ہو گا اور

جو نہ پئے گا وہ میرا بیٹا ہی ہو گا۔“ (تفسیر شریعی جلد ۱ صفحہ ۱۹۵)

یہاں علامہ عبدالالدین سیوطی رحمہم لفظ ”ممنی“ کا ترجمہ ای من اتبعنی ہی

رہتے ہیں۔ (تجملین صفحہ ۳۶)

التذات لے نے حضرت ابراہیم کے قول میں فرمایا ہے کہ!

« فَمَنْ يَكْفُرْ فَإِنَّهُ مُرِقٌ » (ابراہیم ص ۴)

یعنی جو میری نالہداری کرے وہ مجھ سے ہے تو کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ "وہ بیٹا ہے؟" اور کیا معتزلیں گو رسائی صاحب اس جگہ شجرہ نسب تلاش کرنے بیٹھیں گے متذکرہ۔ پھر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی عنہ کو آجیے یعنی حضرت "خلیفہ فلا فصل" اور "مولا مشکل کشت" مانتے ہیں راہِ دوسرے خلفاء راشدین کو لہذا ہاں مذہبِ صاحبِ دین (میں) کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ!

« أَلَيْسَ مِنِّي وَأَنَا مِنَّا » (مشکوٰۃ باب الثالث صفحہ ۵۶)

تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے علی رضی عنہ تو میرا بیٹا ہے اور میں تیرا بیٹا ہوں؟ اگر نہیں ہرگز نہیں بلکہ یہاں بھی باہم گہرے تعلقات کا ہی مطلب ہے "طرح آنحضرت مسلم نے اشعری قبیلہ والوں کے متعلق فرمایا ہے کہ

" هُمْ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُمْ " (بخاری جلد سوم ص ۱۵)

کیا پھر اسی گو رسائی صاحب اذعان کے قبیلہ مجتہد کے نیزہ دیکھ لیں! یہ نیزہ دست ہو گا کہ میں اشعری قبیلہ کے لوگوں کا باب ہوں اور وہ میرے باپ ہیں! اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر ابام "أَنَا مِنْكُمْ" کہے یہ معنی کننا کہ "خدا مرزا سے ہے" کیونکہ درست ہو سکتے ہیں؟

ایسے ہی بیسیوں قسم کے اقتباسات کتب سیر و احادیث میں موجود ہیں جن سے ظاہر ہے کہ "ہومنہ" یا "انامنک" نیزہ فقرے خاص تعلق پر دلالت کرنے کے لئے آتے ہیں جیسا کہ حضرت مسلم کی حدیث "هَمْ مِنْكُمْ وَأَنَا مِنْكُمْ" کی تشریح میں شرعاً لکھتے ہیں کہ!

”قولہ ہم صفتی وانا منہم کلمۃ من شہی من الاتصالیہ
 اھی ہم متصلون بی؟ (ماطیہ بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۹ مطبوعہ شاہی پریس)
 یعنی کہ اس سے ان لوگوں کا تعلق مراد ہے۔“

اگر اس قسم کا فقرہ ابوت اور نبوت کی دلیل بن سکتا ہے تو پھر آیت
 کریمہ ”وروح منہ“ (الفارہ) سے نصاریٰ کا بھی اہمیت سے علیہ السلام پر
 امتدال زیادہیت ہوگا پس پھر جرح کے معنی لینے کسی حقیقی شناس کا کام نہیں بلکہ صرف کہ رسانی
 و شیرازی جیسے لوگوں کا ہی حقیقی جو من حضرت مولانا شریف احمد خاں اپنی بیٹے ہمام کی حق گوئی
 اور پُر از دلائل تقریر کی بے تابی میں برہم ہو کر حضرت بنائے احمدیت کی حقائق
 نعرہ زن ہوئے ہیں۔ جیسا کہ ہمارے پیرانشل امیر محرم بابو محمد یوسف
 صاحب جمونی کے اس استفسار پر کہ آپ کو اس قسم کے بے بنیاد و با تشریح
 اعتراضات کی کتاب بنانے کی کیوں ضرورت پڑی جبکہ آپ اب میرے
 قلمی جواب سمجھ جو اب بات سے بھی لرزاں ہو کر مجھ سے سید تک دینے سے
 معذوری دکھا رہے ہیں۔ ”تو شیرازی صاحب نے فرمایا کہ چونکہ ایسی صاحب
 نے اپنی تقریر میں کچھ نکتہ چینی کی تھی لہذا میں نے غصے میں آکر یہ چند اعتراضات
 جمع کر کے شائع کر دیئے اور اس طرح اپنے دل کا خیال نکال لیا: استغفر اللہ
 العظیم یقطع نفاہ اس کے حضرت سچا موعود علیہ السلام کے الہام ”انامک
 کا ترجمہ یہ ہوگا کہ

”میرا تیرے ساتھ تعلق ہے کیونکہ تو میرا رسول اور نبی ہے“
 اور یہی صاف بات بھی ہے اب کوئی طعن یا نہ ماننے سے
 آنکھ کے اندھوں کو جاگ جو گئے موعود صاحب
 ورنہ قبلہ تھا تیرا رخ کا فرد سینہ دار کا: (در شہین)

ظلا وہ اس کے یہ امر بھی قابل غور ہے کہ اگر خدا نخواستہ "انت منی وانا منک" والے الہام سے کوئی ایسا دعویٰ مستنبط ہوتا تو چاہیے کہ کہ ظہم یہ دعویٰ کرتا۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس الہام کی تشریح یہ مرقوم ہیں کہ

"اس الہام رانت منی وانا منک کا پہلا حصہ تو بالکل سنا ہے کہ تو جو ظاہر ہوتا ہے میرے فضل اور کرم کا نتیجہ ہے اور جس انسان کو خدا تعالیٰ مامور کر کے دنیا میں بھیجتا ہے اس کو اپنی مرضی اور حکم سے مامور کر کے بھیجتا ہے جیسے حکام کا بھی یہ دستور اور تقادہ ہے اب اس الہام میں جو خدا تعالیٰ فرماتا ہے انا منک اس کا یہ مطلب اور منشا ہے کہ میری توحید اور میرا جلال اور میری عزت کا ظہور تیرے ذریعہ سے ہوگا..... ایک وقت ہوتا ہے کہ خدا اس وقت گم ہوتا سمجھا جاتا ہے یہ وہ وقت ہوتا ہے جب اس کی ہستی اور توحید اور صفات پر ایمان نہیں رہتا اور غلی رنگ میں دنیا دہریہ ہو جاتی ہے اس وقت جس شخص کو خدا اپنی تخلیقات کا منظر قرار دیتا ہے وہ اس کی ہستی اور توحید اور جلال کے اظہار کا باعث ٹھہرتا ہے اور وہ انا منک کا مصداق ہوتا ہے۔"

(العلم جلد ۲ نمبر ۴۴)

پھر دوسری جگہ فرمایا ہے:-

"اب انسان جس کو انا منک کی آواز آتی ہے اس وقت دنیا میں اتنا ہے جب خدا پرستی کا نام و نشان مٹ گیا ہوتا ہے اس وقت بھی چونکہ دنیا میں فسق و فجور بہت برا ہو گیا ہے

ہرگز ایسی اور خدائی کی راہیں نظر نہیں آتی ہیں اللہ تعالیٰ
 نے اس مسئلہ کو قائم کیا ہے اور محض اپنے فضل و کرم سے اس
 نے مجھ کو مہیوت کیا ہے تاہم ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ سے
 غافل اور بے خبر ہیں اس کی اطلاع دوں اور نہ صرف اطلاع
 بلکہ جو صدق اور صبر اور وفاداری کے ساتھ اس طرف آئیں
 انہیں خدا تعالیٰ کو دکھلا دوں اس بنا پر اللہ تعالیٰ کو دکھلا
 دوں اس بنا پر اللہ تعالیٰ نے مجھے مخاطب کیا اور فرمایا امنت
 منی والامناث۔ (المکرم جلد ۷ نمبر ۳۶)

صرف اتنا ہی حضرت مسیح موعودؑ نے نہیں فرمایا بلکہ اپنی پیدائش و نبوت
 احمدیہ کے لئے بھی بطور مذہب و اعتقاد و حسب ذیل تعلقین فرمائی ہے کہ:
 ”وہ یقین کریں کہ ان کا ایک نادر اور قیمتمند اور خالق انکس
 خدا ہے جو اپنی صفات میں اللہ کی ابدی اور غیر متغیر ہے نہ وہ
 کسی کا بیٹا نہ کوئی اس کا بیٹا نہ کشتی نوح صغیرہ۔“

پس ثابت ہے کہ جب نہ الہام کے الفاظ از روئے زبان معترضین کے
 خود تراشیدہ مفہوم کے متحمل ہیں اور نہ ہی صاحب الہام اس کا دعویٰ ہے
 یہ پھر اعتراض کیوں اور کس پر؟
 یہ تو حاتِ نمایاں یہ تو اثر سے نشان کیا یہ ممکن میں بشر سے کیا یہ مکناہ دل کا کار
 مجھ کو بس ہے وہ خدا احمدی کی کچھ پڑا نہیں ہو سکے تو خود بنو ہندی جسکیم کر دکھا۔
 (سیح موعودؑ)

لہذا، نہ مقررین کو جاننا چاہیے کہ کسی ملہم و مفسد کی اپنی بیان کو وہ
 تفسیر و تعبیر میں معترضانہ انداز میں دخل دینا اور خود ساختہ معنی تراشنا ہرگز

جائز نہیں ہے اور اس اصول کا انخلاف سلسلہ احمدیہ کے شدید مخالف و معنف تحقیق لاثانی کو بھی ہے جیسا کہ وہ لکھتے ہیں کہ :

”الہام کی حقیقی تفسیر مہم سے زیادہ کوئی نہیں جان سکتا نہ کسی کو یہ حق حاصل ہے کہ مرزا جی کی الہامی تفسیر و تہہیم کے مقابلہ میں اپنی من گھڑت تاویلیں پیش کرے۔“ تحقیق لاثانی مثلاً پس میں شیرازی صاحب کو یہ مشورہ دیتا ہوں کہ ”مان نہ مان میں تیرا مہمان“ والے محاورہ سے اجتناب کریں اور کم از کم اپنی طرح کے ممنوا معنف تحقیق لاثانی کی ہی ہدایت پر عمل کریں کیونکہ یہی اصول قرین مسلمات ہے۔

منصفو! کیوں! اب تو دیکھا رنگ اس عیار کا
اب تو کہہ دو کیا یہ موقع تھا کسی گفتار کا

پچھٹا اعتراض ۱۔

اگر یہ الہامات کے معانی سمجھنے کے لئے سابقہ عبارات میں برائے احادیث و اقوال منویہ کرام تفسیلی بحث درج کر دی گئی ہے تاہم راقم نے ہر ایک الہام کی تشریح کا ابتداء تہیہ کر لیا

”انت منی بمنزلہ ولدی
مرزا بمنزل خدا کے بیٹے کے ہے“
عرفان الحق ص ۵۲

ہے اور مرقومہ الہامات کے لحاظ اور خود ساختہ معانی پڑھ کر مجھے معترفین کی قیمت ایک شعر یاد آیا ہے کہ

”افسوس کہ خصالمان ایں دہر
گردنہ شمار خود دشمن را

چنانچہ جہاں الہام زینہ بحث کے عزلی الفاظ کا تعلق سے وہ صحیح اور درست ہے حضرت اقدس مرزا صاحب کو یہ الہام ضرور ہوا ہے لیکن اس الہام میں جو تحریف

معنوی سے کام لیا گیا ہے وہ نہ صرف افسوس کن بلکہ از خود مغالطہ زدہ ہی اور راہِ حق سے ر دکاوٹ ڈالنے کے مترادف ہے۔ کیونکہ معترفین نے اپنے مولویانہ فن کو استعمال کرنے میں اہل سنتہ لائم کی پرواہ کئے بغیر یہ تو لکھ دیا کہ مرزا ہمنزل خدا کے بیٹے کے ہے، مگر اس الہام کی تشریح میں جو کلمات حضور کی ہی قلم سے اسی کتاب کے اسی صفحہ کے متن میں درج ہیں، درج کرنے سے صریحاً اجترانہ کیا گیا ہے تاکہ غوام الناس کو بلہم کے ظاہری الفاظ سے کہے چکر میں لاکر باسانی حق شناسی سے باز رکھا جاسکے۔ لہذا میں اس موقع پر حضور کے وہ کلمات جو کہ اس الہام کی تشریح میں لکھے گئے ہیں، ذیل میں درج کرتا ہوں تا تاارئین کو محسوس ہو کہ انہی نے کس طرح سے حضور پر ناجائز الزام ٹھوپنے کی سعی کی ہے۔

”خدا تعالیٰ سے بیٹوں پاک ہے اور یہ کلمہ رانت معنی ہے ہمنزلہ ولدہا، بطور استعارہ کے ہے چونکہ اس زمانہ میں ایسے ایسے الفاظ سے ناوان نیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کو خدا ٹھہرا رکھا ہے اس لئے معلومت الہی ظہر یہ چاہا کہ اس سے بڑھ کر الفاظ اس عاجز کے لئے استعمال کرتے تا غیبیائیوں کی آنکھیں کھلیں اور وہ سمجھیں کہ وہ الفاظ جن سے مسیح کو خدا بناتے ہیں اس امت میں بھی ایک ہے جس کی نسبت اس سے بڑھ کر ایسے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں“

رحیقۃ الوحی صفحہ ۴۴ حاشیہ

ناظرین کرام! آپ آپ خود ہی انصاف کریں کہ معترفین نے کس قدر دیدہ دلیری کے ساتھ ایک مبتدع اصول سے انحراف کر کے بلہم کے اپنے

پیش کردہ مفہوم و معانی کو پس پشت ڈال کر صرف بجا دھوکہ دہی سے کام لیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ یہی دھوکہ معترضین نے حضورؐ کی طرف من گھڑت دعویٰ خدائی منسوب کرنے میں بھی دیا ہے اور ان فریب کاریوں میں معترضین صاحب پیشہ در دکھائی دیتے ہیں ورنہ حضورؐ کا وہ کونسا الہام ہے۔ جس کے سیاق و سباق کو حضورؐ نے بمبشار الہی کھول کر نہ رکھ دیا ہو مگر شاعر نے کہا ہے کہ

جو ننگ نظر کم طرفی سے نظرے کو دریا کہتے
تلم کی حقیقت کیا سمجھے وہ وسعت دریا کیا جانے

درسا جاودانی

الغرض حضورؐ نے ہرچہ قسم الہامات مثلاً انت منی بمنزلہ ادلادی۔ انت منی بمنزلہ ولدای۔ انت منی بمنزلہ تہجدی و تقربیدی۔ انت منی وانا منک۔ وغیرہ تمام کی اپنی تصانیف میں پوری وضاحت کے ساتھ تشریحات فرمائی ہیں کہ کسی قسم کے اعتراض کی گنجائش ہی نہیں رکھی ہے۔ مگر طبقہ جہلاد عالم تاریک کا حامل ہونے کی صورت میں اپنی پوری خوش اعتقادی میں ہی سرشار رہنے کا عادی ہے لہذا ان پر یہی مہر تہ سادق آتا ہے کہ

جہل کی تاریکیاں اور سوئے ظن کی تندباد

جب اکٹھی ہوں تو پھر ایماں اڑے جیسے خبار زسیخ موعودؑ
ورنہ جملہ الہامات کی روشنی میں غیاں ہے کہ خدا تعالیٰ بیٹوں سے پاک ہے اور یہ الفاظ بعض استعارہ کے طور پر ہیں جو کہ قریبی تعلق اور قرابت کے معانی میں ہیں۔ چنانچہ حضرت یحییٰ موعودؑ زہرِ محبت و الہام کی مزید وضاحت کے طور پر

تحریر فرماتے ہیں کہ :

”یاد رہے کہ خدائے اہلیوں سے پاک ہے نہ اس کا کوئی
شریک ہے اور نہ بیٹا ہے اور نہ کسی کو حق پہنچتا ہے کہ وہ
یہ کہے کہ میں خدا کا بیٹا ہوں لیکن یہ فقرہ رانت منی بمنزلہ
دلدی، اس جگہ قبیل استعارہ اور مجاز سے ہے خدائے
نے قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ کو
اپنا ہاتھ قرار دیا ہے اور فرمایا ید اللہ فوق یدکم....
اور میری نسبت بیانات سے یہ البام ہے جو براہین احمدیہ میں
درج ہے قُلْ إِنَّمَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ إِنَّمَا
إِلَهُكُمْ إِلَهٌُ وَاحِدٌ۔ (دافع البلاء صفحہ ۶ و ۷)

اسی طرح حضورؐ مزید تشریح فرماتے ہوئے تمہ دلیتہ الوحی میں فرماتے

ہیں کہ :

”خدا میں فنا ہونے والے اطفال اللہ کہلاتے ہیں لیکن یہ نہیں کہ
وہ خدا کے درحقیقت بیٹے۔“ میں کیونکہ یہ تو کلمہ کفر ہے
اور خدا بیٹوں سے پاک ہے بلکہ اس لئے استعارہ کے رنگ میں
خدا کے بیٹے کہلاتے ہیں کہ وہ بچہ کی طرح دلی جوش سے خدائے
کو یاد کرتے ہیں اسی مرتبہ کی طرف قرآن شریف میں اشارہ کرے
فرمایا گیا ہے (فنا ذکر و اللہ کذکرکم آباءکم او اعدائکم
ذکرکم) یعنی خدا کو اسی محبت اور دلی جوش سے یاد کرو جیسا کہ
بچہ اپنے باپ کو یاد کرتا ہے اسی بنا پر ہر ایسا قوم کی کتابوں
میں اب باپتہ کے نام سے خدا کو پکارا گیا ہے اور خدائے

کو استعارہ کے رنگ میں مال سے بھی ایک مشابہت ہے اور وہ یہ کہ جیسے مال اپنے پیٹ میں اپنے بچہ کو پرورش کرتی ہے ایسا ہی خدا تعالیٰ کے پیار سے بندے خدا کی محبت کی گود میں پرورش پاتے ہیں اور ایک گندھی فطرت سے ایک پاک جسم انہیں ملتا ہے سوا اولیاء کو جو صوفی اطفال حق کہتے ہیں یہ صرف استعارہ ہے ورنہ خدا اطفال سے پاک اور لم یلد وکم یولد ہے "رتبہ حقیقۃ الوحی لکمال"

مولانا سیدنا حضرت مسیح موعود وعلیہ السلام کے عقیدہ کے متعلق کوئی پیرا بتی زیارہ جاتا پھرتا سید فیروز صاحب "گو کیا حق ملتا ہے کہ وہ خواہ عوام و خواہ حضوری کی طرف ایسا عقیدہ منسوب کرے جس سے بار بار آپ نے انکار کیا ہے۔

اطفال اللہ کا میں اس موقد پر قارئین کرام کے اضافہ نہ کیلئے اس مسئلہ پر اور ایک پہلو سے بھی روشنی ڈالنا مناسب سمجھتا ہوں لطیف استعارہ

انہی ایچھی تہمہ حقیقۃ الوحی کے حوالہ سے قرآنی آیت کریمہ سے استنباط سے کرتا ہوں ہے کہ اس آیت میں خدا تعالیٰ کو باب سے تشبیہ دی گئی ہے اس لئے حضرت مولا صاحب کے الہام کے الفاظ پر اہل روئے شریعت کو فی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ تاہم مزید وضاحت کیلئے یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ اولیاء اللہ کو عام طور پر استعارہ کے رنگ میں اطفال اللہ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے چنانچہ حضرت مولانا روم دمشقی دکن سوم میں فرماتے ہیں کہ اس

” ادبیاء اطفال بحق اند اسے پسر در حضور وغیبت آگاہ باخبر
 غائبے مندیش از نقصان شان کو کشد کہیں از برائے جان شان
 گفت اطفال من اند ای اولیاء
 در غریبی سرد از کار و کیا“

اسی طرح حدیث مشکوٰۃ کتاب الشفقتہ میں آنحضرتؐ ”معلم سے روایت
 آئی کہ حضورؐ کا ارشاد ہے!

” اَخْلَقْتُ عِيَالُ اللّٰهِ نَا حَسْبُنَا الْخَلْقُ اِلٰى اللّٰهِ مَنْ
 اَحْسَنَ اِلٰى عِيَالِهٖ“

یعنی ساری مخلوق خدا تعالیٰ کے عیال ہے پس رب سے زیادہ محبوب مخلوق خداوند
 کریم کی وہ ہے جو اس کے عیال سے احسان کرے۔ پھر ایک حدیث قدسی میں بھوکے
 بچے اور پیاسے کی حاجت روائی کو اللہ تعالیٰ کی حاجت روائی قرار
 دیا گیا ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۳۲۱)

پہنچا یہ اسی مفہوم کو مد نظر رکھ کر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث
 دہلویؒ نے بائبل کے محاورہ ”ان اور اولاد کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ:
 (ترجمہ فارسی عبارت)

” یعنی قرآن مجید میں مرقوم کے شائع شدہ محاوروں کے
 مطابق کلام ہوا ہے پس اگر محبوب کی بجائے لفظ ابن آ
 جائے تو ہرگز جائے تعجب نہیں“ (العزور الکبریٰ ص ۵)

پھر اسی طرح مولوی محمد رحمت اللہ صاحب مرحوم تہاجر مکی اپنی کتاب
 میں تحریر فرماتے ہیں کہ!

” فرزند عیسیٰ علیہ السلام کی عبارت سے ہے کہ نصاریٰ کا ہے

حضرت علیؓ فرمادے ہیں کہ خلیفۃ اللہ کا ابن یعنی بیٹا سمجھتے ہیں اور ایلہ اسلام مسیح
کیلئے لفظ ابن اللہ یعنی برگزیدہ سمجھتے ہیں جو مجاز ہے۔ راز اللہ اوہام صفحہ ۵۲
سو جاننا چاہیے کہ اگر کوئی عقل کا دیوانہ اور مجاز اور استعارہ کو
حقیقت پر محمول کرنا چاہے تو یہ اس کی غلطی ہے حضرت مسیح موعودؑ نے
اپنی مبینہ تشریحات میں بوضاحت بتلادیا ہے کہ خدا تعالیٰ اہل بیت سے
پاک ہے اور اس قسم کے الفاظ محض مجازاً استعمال ہوتے ہیں جو کہ معمولہ بلا
تشریحات کی موجودگی میں اخبار کا کوئی پہلو باقی نہیں رہتا اور تعجب لطف یہ ہے
کہ ظہیم نے اپنے اہل بیت کی تشریح خود بیان کر دی ہے۔ لہذا تفسیر القدر
بمجالہ صریحاً یہ قائلہ کے ماتحت کسی سنجیدہ انسان کو اعتراض کا حق
بھی نہیں رہتا تاہم یہ بہتر رہے گا کہ اس قسم کے اعتراض کنندگان پر اتنا
حجت کے طور پر حضرت مسیح موعودؑ علیہ السلام کے وہ کلمات بھی درج کئے
جاویں جن سے اگر خدا چاہے تو وہ پوری تہنیت کے مصداق ہونگے چنانچہ
حضرت کا ارشاد ہے کہ :-

”پس اس خدا کے کلام کو بد پیشیاری اور احتیاط سے پڑھو
اور از قبیل منشا بہات سمجھ کر ایمان لاؤ اور اس کی کیفیت
میں دخل نہ دو۔ اور حقیقت حوالہ بخدا کرو اور یقین رکھو کہ
خدا اتواؤ ولہ سے پاک ہے تاہم منشا بہات کے رنگ
میں بہت کچھ اس کے کلام میں پایا جاتا ہے پس اس سے بچو کہ
منشا بہات کی پیروی کرو اور ہلاک ہو جاؤ اور میری نسبت
بینات میں سے یہ الہام ہے جو براہین احمدیہ میں درج ہے
قل انما انا بشر مثکم یوحی الی اغانہم الہ“

واحدة والخير كله في القساآن " ردافع البلاء صفحہ ۶-۷
 پس معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعود کا مذہب اور جماعت احمدیہ کا اعتقاد
 صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیٹوں سے پاک ہے۔ اس کا کوئی بیٹا نہیں اور
 حضرت مسیح موعود صرف اللہ تعالیٰ کے محبوب اور برگزیدہ بندے اور رزق
 ہیں۔ لہذا شیرازی صاحب کا تشریف معنوں کے مد نظر یہ لکھنا کہ "مرزا امیر دل
 خدا کے بیٹے کے ہے" رغرغان الحق صفحہ ۵۴، کھلا جھوٹا مزعج بہتان اور
 محض افتراء ہے۔ یہاں تک تو ہم بفضل تعالیٰ شیرازی صاحب کے ٹکڑے ٹکڑے
 تفسیح و تبہ کے ساتھ جوابات لکھ کر فارغ ہو گئے ہیں۔ اب آئندہ صفحات
 میں ان کے پھل اعتراضات کا بھی بفضل تعالیٰ جوابات لکھنے کی سعی کریں
 گے۔ انشاء اللہ۔ وہا اللہ التوفیق ہے

"ہم اپنا زہنی دستو اب کر چکے ادا
 اب بھی اگر نہ سمجھو تو سمجھائے گا خدا" (سبح موعود)

پچھٹا اعتراض :- شیرازی صاحب اسلوب تحریر بھی دنیا داروں کی
 تزییح المرام کی عبارت میں شیرازی کا مسرد تائ
 تعرف
 نقل کرنے میں بھی حد سے زیادہ بددیانتی کا ثبوت دیا ہے اندازہ کیجئے
 ۸۸ صفحات کی کتاب توفیح مرام میں سے صرف ایک سطر درمیان میں
 سے اخذ کر کے عوام الناس کی آنکھوں میں دن دھاڑ سے دھول ڈالنے کی
 جو ناپاک سعی کی ہے جس کا مقصد یہی ہے کہ لوگ حنفیہ کی نسبت یہی

تصور قائم کریں کہ آپ نے نہ صرف اپنے آپ کو ہی خدا کا بیٹا سمجھا ہے بلکہ
 عیسائیوں کی طرح حضرت عیسیٰؑ کو بھی اپنے ساتھ خدا کا بیٹا بتایا ہے العباد
 باللہ۔ اور اس طرح سے لا تعزبوا لصلواتہ پر ہی عمل کر کے حقیقت کو الٹ
 پلٹ کر کے پیش کیا ہے جیسا کہ حضورؐ کی نسبت شیرازی صاحب نے یہ الفاظ
 منسوب کر کے لکھے ہیں کہ

”اور جیسا یسوعؑ اور اس ناچیز مرزا کا مقام ایسا ہے کہ
 اس کو استعارہ کے طور پر انبیت کے طور پر تعبیر کیے گئے ہیں۔“
 (غزنان الحق صفحہ ۵۲)

ذرا شیرازی صاحب کے کوئی تو پوچھے کہ آپ نے شروع عبارت میں جو
 لفظ ”اور“ لکھا ہے تو اس لفظ میں صاحب نے اپنے کس عبارت کو ختم کر کے
 کس واقعہ کا ذکر کیا ہے؟ ظاہر ہے کہ واقعہ لکھچھ اور ہی ہے مگر معترض نے
 اپنا اٹو سیدھا کرنے کے لئے مسیح موعودؑ کی عبارت کا مقصد فوت کرنے کی
 غرض سے یہ حربہ استعمال کیا ہے۔ لہذا انہیں اس کی اصلیت کو جاننے کی ضرورت
 ہی کیا تھی۔ بہر کیف میں یہاں پر بغیر کسی تبصرہ کے حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب
 مذکورہ سے وہ پورا اقتباس درج کروں گا۔ تا تاہم پر مخالف کے تاہم کردہ
 اعتراض کی قلمی کھل جائے۔ اس عبارت کے مفہوم کو ملحوظ رکھ کر کوئی اعتراض
 ہی نہیں بنتا۔ چنانچہ کتاب زیر بحث میں حضرت مرزا صاحب نے آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کے درجہ عالیہ کی شناخت کے لئے ان کے مراتب قرب و جنت
 باعتبار روحانیت میں قسم کے درجات مرقوم فرمائے ہیں اور تیسرے درجہ جنت
 کا ذکر کرتے ہوئے اس کیفیت میں صرف اور صرف حضرت بنی اکرم صلی اللہ
 علیہ وسلم کو ہی حاصل حقیقی تسلیم کیا ہے دیگر تمام انبیاء اقراب اس درجہ

ارفع داغلی سے مستثنیٰ قرار دیئے ہیں چنانچہ انہی مدارج کے تفصیلی اقتباس میں
حضور فرماتے ہیں کہ :-

”کیونکہ اس کیفیت کا ان ازاں تمام مخلوقات سے تیسرا اور گمان
اور وہم سے باہر ہے اور یہ کیفیت صرف دنیا میں ایک ہی
انسان کو ملتی ہے جو انسان کامل ہے جس پر تمام سلسلہ النسیانہ
کا ختم ہو گیا ہے اور دائرہ استعداد بشریہ کا کمال کو پہنچا ہے
اور وہ درحقیقت پیدائش الہی کے خلیفہ ممتد کی اعلیٰ مراتب کا
آخری نقطہ ہے جو ارتقا کے تمام مراتب کا انتہا ہے حکمت
الہی کے ہاتھ نے ادنیٰ سے ادنیٰ خلقت سے اور اسفل سے
اسفل مخلوق سے سلسلہ پیدائش کا شروع کر کے اس اعلیٰ درجہ
کے نقطہ تک پہنچا دیا ہے جس کا نام دوسرے لفظوں میں محمد
پے صلی اللہ علیہ وسلم جس کے معنی یہ ہیں کہ نہایت تعریف کیا
گیا۔ یعنی کمالات تامہ کا مظہر۔ سو جیسا کہ فطرت کی رو سے اس
نبی کا اعلیٰ اور ارفع مقام تھا ایسا ہی خارجی طور پر بھی اعلیٰ و
ارفع مرتبہ وحی کا اس کو عطا ہوا۔ اور اعلیٰ و ارفع و مقام عمت ہوا
طاہر وہ مقام خالی ہے کہ میں اگر سچ وہوں اس مقام ثابت نہیں ہونے سے
اس کا نام مقام مجمع اور قیام و قد نامہ پہلے نبیوں نے ہر حضرت سسہم کی
تشریف آوری کی خبر دی ہے۔ اسی پتہ و نشان پر دی
ہے اور اسی مقام کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور جیسا سچ او
اس عاجز کا مقام ایسا ہے کہ اس کو استعارہ کے طور پر انبیت
کے لفظ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ ایسا جیسا کہ وہ مقام خالی شان مقام

ہے کہ گذشتہ نبیوں نے استعارہ کے طور پر صاحبِ مقام ہذا را حضرت علیؑ کو رسولِ
 کے ظہور کو خدا تعالیٰ کا ظہور قرار دیا ہے اور اس کا آنا خدا
 تعالیٰ کا آنا ٹھہرایا ہے۔ (توضیح المرام صفحہ ۲۷)

محول بالا اقتباس میں شیرازی صاحب کے درجہ کئے ہوئے الفاظ پر میں
 نے خط لگا دیا ہے اور پھر پورا اقتباس مطالعہ کرنے سے محض کا مطلب نزد
 مفہوم خود بخود فہم ہو جاتا ہے بلکہ اس اقتباس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت
 مسیح موعود علیہ السلام کے دل و دماغ پر رسولِ خدا صلعم کے مراتب و درجات
 کا کتنا بڑا اثر تھا کہ کسی جہت سے بھی انبیاءِ علیہم السلام کو اس درجہ ارتقا تک
 پہنچنے کی مجال نہیں تھی جہاں رسولِ خدا صلعم کا مقام تھا جس جذبہ عقیدت و
 محبت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے
 مراتبِ محبت اور ان کے مقامِ ارفع و اعلیٰ کے دقیق نقطوں سے اہل دل
 محضرات کو متعارف کیا ہے۔ شیرازی صاحب کے لئے ان الفاظ کو سمجھنا بھی
 مشکل ہے یہ خدا کا ماورسی ہے جس کو خدا تعالیٰ نے اسی وحی کے ذریعہ ہی حضور کے اس مقام کو سمجھنے کا علم
 عطا کیا ہے اور پھر اس مقام کو سمجھنے کے لیے جو اپنی لاعلمی کا اندازہ شفقتِ اظہار فرماتے ہیں کہ وہ
 شانِ احمدیہ کہ داند جز خداوندِ کریم آپنجاں از خود جدا شد کہ میاں اقامت
 در رہ عشقِ محمدی سر و جامِ رود ایں تمنا ایں دنیا ہیں در دلم غمِ صمیم
 رتوضیح مرام صفحہ ۱۲۳

پھر ایک مقام پر حضور کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ
 اُس نور پر فدا ہوں اُس کا ہی میں ہوا ہوں

وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ ہی ہے مسیح موعودؑ
 مگر افسوس ہے کہ اتنی تعریحات کے ہوتے ہوئے بھی تختہ چینی کے بلا ہوں

اپنی ہی خود پسندی میں سرشار ہو کر سیدھی سادھی اور صاف باتوں کو بھی اطمینان
میں ڈالے بغیر نہیں رہتے سہ

واہ رے جوشِ بھارتِ خوب کھٹا میں رنگ
جھوٹ کی تائید میں حلقے کریں دیوانہ واہ " وسیع موعودی

ساقیوں اعتراض: ڈیڑھ ازی صاحب نے اسی کتاب سے ایک اور جگہ سے چند الفاظ
توضیح لہرائی دوسری عبارت پر ڈیڑھ ازی صاحب کا نسخہ اس پر سوار ہوا
جیسے کہ وہ لکھا تھا میں لکھتے ہیں کہ :-

"السان کا نفس..... ناقصہ اللہ کا کام دے اس کے فنا فی

اللہ ہونے کی حالت میں خدا تعالیٰ اپنی پاک بجلی کے ساتھ اس پر

سوار ہو جیسے کوئی اونٹنی پر سوار ہوتا ہے۔" عرفان الحق صفحہ ۱۵۲

بے شک ناواقف اور توہم پرست قسم کا السان محولہ بالا کو پڑھ کر محسوس
کرے گا کہ صاحب کتاب کو اس قسم کے بے معنی اور بے جوڑ الفاظ لکھنے کی
کیا ضرورت تھی مگر ایک محقق اس ادھوری اور اس کے معنی الفاظ کو پڑھ
کر ضرور یہ نتیجہ اخذ کرے گا کہ اول تو یہ عبارت کسی چیز کی تمثیل میں پیش کی گئی
ہے۔ دوم السان کا نفس "والے الفاظ بھی کسی خاص عرفانی امور کی کوئی
نہ کوئی غماضی کرتے ہیں جب ہی تو اس کے آگے نقل نویس نے نقطے ڈال
کر ان الفاظ کو عوام کی لفظوں سے اوجھل کر رکھا ہے اور یہی قیاس کرے گا
کہ اس عبارت میں ضرور کچھ سرتہ کر کے خواہ مخواہ کا اعتراض کیا ہے۔ سو
یاور ہے کہ کسی چیز کی مثال پیش کرنا کوئی اعتراض نہیں۔ ہم بھی اسی کتاب کا

اپنی الفاظ کے ساتھ اہل اقتباس یہاں درج کر کے انصاف پسند احباب کو بجائے خود غور و فکر کا موقع دینے ہی کی حقیقت یہ ہے کہ حضور نے اس عبارت میں تزکیہ نفس کی ہدایت فرمائی ہے کیونکہ تزکیہ نفس ہونے کی صورت میں ہی انسان علم الیقین حاصل کر سکتا ہے چنانچہ حضور فرماتے ہیں کہ :-

”قَدْ آتَاهُمْ مَعَهُ زَكَاةً وَقَدْ خَابَ مَنْ دَمَتُمْرًا
یعنی جس شخص نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا اور بگلی برائیوں اور اخلاق ذمیدہ سے دست بردار ہو کر خدا تعالیٰ کے حکموں کے نیچے اپنے تئیں ڈال دیا وہ اس مراد کو پہنچے گا اور اپنا نفس اوس کو عالم صغیر کا طرح کمالات متفرقہ کا صحیح نظر آئے گا لیکن جس شخص نے اپنے نفس کو پاک نہیں کیا بلکہ بے جا خواہشوں کے اندر گمراہ دیا وہ اس مطلب کے پہنچنے سے نامرادر ہوگا۔ حاصل اس تقریر کا یہ ہے کہ بلاشبہ نفس انسان میں وہ متفرق کمالات موجود ہیں جو تمام عالم میں پائے جاتے ہیں اور ان پر یقین لانے کے لئے یہ ایک سیدھی راہ ہے کہ انسان حسب منشاء قانون الہی تزکیہ نفس کی طرف متوجہ ہو کیونکہ تزکیہ نفس کی حالت میں نہ صرف علم الیقین بلکہ حق الیقین کے جو پر ان کمالات حقیقی کی سچائی کھل جائے گی۔ پھر بعد اس کے اللہ جل شانہ ایک مثال کے طور پر خود کی قوم کا ذکر کر کے فرماتا ہے کہ انہوں نے باغث اپنی خبیثی سرکشی کے اپنے وقت کے نبی کو جھٹلایا اور اُس تکذیب کے لئے ایک بڑا بد بخت ان

میں سے پیش قدم ہوا اس وقت کے رسول نے انہیں نصیحت
 کے طور پر کہا کہ نائتمہ اللہ یعنی خدا تعالیٰ کی اونٹنی اور
 اس کے پانی پیئے کی جگہ کا تعرض مت کرو مگر انہوں نے نہیں
 مانا اور اونٹنی کے پاؤں کاٹے سو اس جرم کی شامت اللہ
 تعالیٰ نے ان پر موت کی مار ڈالی اور انہیں خاک میں ملا دیا
 اور خدا تعالیٰ نے اس بات کی پھر بھی پرواہ نہ کی کہ اُسکے
 مرنے کے بعد انکی بیوہ خورتوں اور یتیم بچوں اور سبکس خیال
 کا کیا حال ہوگا۔ یہ ایک نہایت لطیف مثال ہے جو خدا تعالیٰ
 نے انسان کے نفس کو نائتمہ اللہ سے مشابہت دینے کے
 لئے اس جگہ لکھی ہے بطلب یہ ہے کہ انسان کا نفس بھی
 درحقیقت اسی غرض کے لئے پیدا کیا گیا ہے کہ تا وہ نائتمہ
 اللہ کا کام دیوے اس کی ننائتمہ اللہ ہونے کی حالت میں
 خدا تعالیٰ اپنی پاک بجلی کے ساتھ اس پر سوار ہو جیسے
 کوئی اونٹنی پر سوار ہوتا ہے سو نفس پرست لوگوں کو جو
 حق سے منہ پھیر رہے ہیں تہدید اور انذار کے طور پر فرمایا
 کہ تم لوگ بھی قوم ثمود کی طرح نائتمہ اللہ کا سقیہ یعنی اس
 پانی پینے کی جگہ جو یاد الہی اور معارف الہی کا چشمہ ہے۔
 جس پہ اس ناقہ کی زندگی موقوف ہے اُس پر بند کر لے ہو
 اور نہ صرف بند بلکہ اس کے پیر کاٹنے کی فکر میں ہوتا وہ
 خدا تعالیٰ کی راہوں پر چلنے سے بالکل رہ جائے۔
 توضیح مرام ص ۶۴ و ۶۵

اللہ اللہ کس قدر معارف و حقائق کا ٹھاٹھیں مارنا ہوا سمندر ایک کونے کی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس اقتباس میں بند کر دیا ہے۔ جس کے مطالعہ سے سی نلم و عرفان کی شاہراہیں نظر آتی ہیں بلکہ کس طرح قوم خود کی مثال قرآن پاک کی روشنی میں دے کر حضرت صالح علیہ السلام کی اوتھنی کا ذکر کر کے پھر انسان کے نفس کو ناکتہ اللہ سے مضابہرت دے کر ذہن نشین کر دیا کہ کہیں ان کی طرح تم بھی اس اوتھنی لینے اپنے نفس کے پاؤں نہ کاٹنا اور اس طرح ہلاکت میں نہ پڑ جانا وغیرہ اور پھر نصیحت فرمائی کہ اپنے نفسی ناتھ کی حفاظت کر کے اپنے یادِ الہی اور معارف کو بند کر و نگر افسوس کہ شیرازی صاحب نے اتنی زبردست پُرسا اور معارف تقریر جو کہ دقیق نکات سے بھر پور ہے اپنی کور باطنی میں قابل اعتراض ہی محسوس کی اور اس طرح سے اپنی ہی علمی پردہ دری کرا کر ناحق شناسی کی ذلت اٹھانی پڑی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 بِمِزَانِ الْقِسْطِ
 اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ
 لَمْ یَجْعَلْ لِّغَیْبِہٖ سِغَابًا
 وَ لَمْ یَجْعَلْ لِّعَیْنِہٖ حِجَابًا
 وَ لَمْ یَجْعَلْ لِّشَرِّہٖ مَکْرًا
 وَ لَمْ یَجْعَلْ لِّغَیْبِہٖ سِغَابًا
 وَ لَمْ یَجْعَلْ لِّعَیْنِہٖ حِجَابًا
 وَ لَمْ یَجْعَلْ لِّشَرِّہٖ مَکْرًا

آٹھواں اعتراض۔

<p>معتزلی شیرازی صاحب کا اس الہام پر اعتراض بھی ان کی ذاتی واقفیت کی بنا پر مضحکہ خیز ہی ہے۔ جو بے بلا طور پر یزید و العناب کے برعکس ہے۔ چنانچہ اصلی الفاظ الہام کے یہ ہیں کہ</p>	<p>تیممداک اللہ دمیثقی الیہ خدا مرزا کی حمد کرتا ہے اور اس کی طرف چل کر آتا ہے۔ سورہ ۵</p>
---	---

• بحمدك الله من عرسته و همیشه ایلی " یعنی خدا تعالیٰ غرض پر
 سے تیری حمد (تعریف) کرتا ہے اور تیری طرف میل کرتا ہے۔ اگرچہ معتزین نے
 "بین هؤمته" کے الفاظ اپنے مفاد و خصوصیات کے پیش نظر حذف ہی کر دیئے ہیں
 تاہم ہمیں ان کی عقل پر حیرانگی ہوتی ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کسی ایک فرد کو ماوریت
 سے سرفراز کرتا ہے تو اسکی حمد یا تعریف کرنے میں کوئی لگناہ سرفرد متعلقہ سے اس
 دو لغت سے تو خدا تعالیٰ نے تمام اولیاء کرام کو بھی محروم نہیں رکھا چہ جائیکہ
 جو سچ و مہدی کی حیثیت سے کھڑے ہو۔ اس کی حمد کرنے یا اس کی طرف استغاثہ
 چل کر آنے میں کوئی تاثر نہ ہو جاتا ہے۔

برای عقل و دانش بیاید کر سیت

لہذا معتزین کو جانا چاہئے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب "تاویانی خدا تعالیٰ"
 کے برگزیدہ رسول ہونے کی حیثیت سے خدا تعالیٰ کی حمد کے مستحق تو ہیں
 ہی مگر تغابیر سے ثابت ہوتا ہے کہ "حمد" کا لفظ عام انسانوں کے لئے بھی
 مستعمل ہے جیسا کہ حضرت امام بیضاویؒ سے ثابت ہے کہ :-

.. "حمدات لرید اأعلى کرمة و علمه" "تفسیر بیضاوی زیر آیت
 الحمد للہ"

یہیہ کہ تم زید کی سخاوت اور اس کے علم کی بناء پر اس کی حمد کر سکتے ہو یعنی لفظ
 بولنا جائز ہے۔

اسی طرح مجمع البحار جلد ۱ صفحہ ۳۳ میں بھی مرقوم ہے کہ

"اللک تحمد الرجل علی صفاته الذ انتبه و علی عطاہ"

کہ ہر شخص کی صفات اور بخشش وغیرہ پر لفظ "حمد" کا اطلاق کر سکتے ہوئے پھر
 اعادہ پیش سے ظاہر ہے کہ غیر اللہ پر بھی لفظ "حمد" لیا جاسکتا ہے چونکہ آنحضرت

صلعم کا نام مبارک بھی "محمد" نقلیے تعریف و حمد کیا گیا۔ ایک مرتبہ آنحضرت
صلعم سے کسی شخص نے کچھ سوال کیا تو حضورؐ نے غصہ سے دیر بٹھ کر فرمایا۔
"این السائل" کہ وہ سائل کہاں ہے اس کے متعلق بخاری و مسلم میں لکھا ہے
کہ "كانه حمدًا" "گو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی تعریف و حمد
کی۔"

افسوس اگر معترض صاحب کو قرآن و حدیث و کتب سیر و غیرہ کی کچھ بھی
واقفیت ہوتی تو انہیں پتہ ہوتا کہ کافر شاعر اپنے قبیلہ کی تعریف میں لفظ
حمد استعمال کرتا ہے۔ مثلاً

"لنا حمد ارباب المئین ولا یروی
الی بیتنا ال مع اللیا۔ راجح۔"

دیکھو حماسہ مجتہبی صفحہ ۵۳

یہاں شاعر نے اپنے لئے لفظ "حمد" استعمال کیا ہے لہذا.....
اعتراف کنندہ کو غم نہ کرنا چاہیے کہ جس لفظ "حمد" کے واسطے وہ اتنا برم
ہو گیا تھا۔ وہ لفظ تو عام انسانوں، کافروں، منافقوں، مومنوں کے لئے
بھی استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ احادیث کے علاوہ کتب سیر و تغایر سے
بھی ظاہر ہے پس حضرت مرزا صاحب جن کی یورٹین خدا تعالیٰ کے نزدیک
ایک مہدی زمان کی ہے ان کی حمد کرنے میں کوئی ظلم خاوند ہو سکتا ہے۔
بہر کیف ایسے بیسیوں ثبوت اور بھی مل سکتے ہیں جو ثبوت طوالت و برج کو
سے معذور نہیں۔ مگر حضرت سید موعود علیہ السلام کے خدا داد ظلم سے
استغناء کرتے ہوئے اس موقع پر اسی سلسلہ میں ان کافر مودہ ایک اقتباس
جو تحریروں کی طرح اللہ تبارک و تعالیٰ سے درج کرتا ہوں۔ چنانچہ حضورؐ اپنی

تصنیف امجاز المسیح کی عربی عبارت میں تحریر فرماتے ہیں، میں صرف اردو
ترجمہ ہی پیش کرنا ہوں)

”حقیقت حمد اصلی طور پر صرف اسی ذات میں تحقق ہے جو تمام
فیوض والنوار کا منبع و سرچشمہ ہے اور بالارادہ خود ابجا جبر و اکراہ
احسان کرنے والی ہے اور یہ بات بجز اللہ خمیر و بصیر کے نہیں
پائی جاتی۔ پس وہی حقیقی محسن ہے اور پہلے اور پھیلے سب
احسانات اُنھی کی طرف سے آئے ہیں اس لئے اس دنیا اور
انگے جہان میں حقیقی حرامی کے لئے ہے اور جو مواد اس کے
غیر سے منسوب ہیں وہ بھی دراصل اُنھی کی طرف راجع ہیں۔“

(امجاز المسیح ص ۱۲۵)

پس الہام ”محکم“ میں حمد ذاتی مراد نہیں کیونکہ وہ بہ صورت محقق
بذات الہامی تعالیٰ ہے اور رہی اور اگر کوئی شخص بھی علم کی وجہ سے نام
انسانوں پر اس کا اطلاق ناجائز قرار دے تو یہ اس کی غلطی ہے۔ قرآن مجید اور
عربی زبان کی رو سے تو ناجائز نہیں ہے جیسا کہ مختلف احادیث و روایات
سے ثابت کر دکھایا گیا ہے۔ علاوہ اس کے لسان العرب، مجمع البیان، جلاء
الافہام، زواف المعاد، زرقانی وغیرہ بے شمار کتب سے بھی اس کی تائید موقی
ہے کہ لفظ ”حمد“ جس کے معنی تعریف کے ہیں۔ خدا تعالیٰ پر نیک آدمی کے
حق میں کرتا ہے۔ سو اگر حضرت مرزا صاحب کو بھی الہام ہوگا کہ خدا تعالیٰ اس پر
پس سے تعریف کرنا ہے تو کوئی حیرانگی کی بات نہیں ہے جبکہ خدا تعالیٰ نے
قرآن کریم میں تمام انبیاء کی مختلف پرابتوں میں تکریم کی ہے۔ مثلاً حضرت
ابراہیمؑ کو ”مُحِیْمٌ آدَاہُ مُبِیْنٌ“ سے خطاب کیا بلکہ کَانَ صِدِّیقًا نَبِیًّا

بھی فرمایا حضرت ادریس کے تئیں میں صدیقاً نَبِیًّا کَا ارشاد ہوا۔ نوح
 علیہ السلام کو عَزْبًا شَکُورًا کہا۔ غرضیکہ تمام انبیاء کی تعریف کی گئی ہے۔
 لہذا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعریف میں لفظ ”حمد“ وَاِنَّ الْاٰمِیْنَ بِیْ
 اسلام ہے کیونکہ ایک وہ سنی جو سرتاپا اپنے آقا حضرت محمد مصطفیٰ اسلام کے
 عشق میں سرشار ہو کر دنیا سے عالم میں مطلق سے کہہ

”بِعَزْبٍ اَزْخَدِ الْعَشْقِ مُحَمَّدٌ مَّحْمُودٌ
 گر کفر ایں بود بخدا سخت زوم { یا اے جس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے
 (سید موعود)

ایسے عاشق صادق کے لئے خدائی تعریف امکان سے بے اور یہ تعریف بھی
 حقیقتاً اسی کی تعریف ہے جس کا اسم مبارک ”محمد“ یعنی تعریف کیا گیا ہے اور
 اور تعریف کرنے والا جس کا نام غلام ”احمد“ یعنی سب سے زیادہ تعریف کرنے والا
 اور اس طرح سے حکمت الہی نے محمد و احمد میں ایسی تطبیق پیدا کر دی کہ حضورؐ
 پکار اُٹھے کہ :-

”زندگی بخش جسام احمد ہے	کیا ہی پیارا یہ نام احمد ہے
”لاکھوں انبیاء مگر خدا	سب سے بڑھ کر مقام احمد ہے
”بائے احمد سے ہم نے پھل کھایا	میرا رشتاں کلام احمد ہے

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
 اُس سے بہتر غلام احمد ہے“ (سید موعود)
 اسی عشق کی محنوریت کی جاذبیت کا یہ اثر ہے کہ حضورؐ دنیا بھر
 کی مخالفت سے محظوظ رہنے کا جو نتیجہ اخذ کرتے ہیں وہ بھی محمدؐ کی حمد کا ہی
 سبب ہے جیسا کہ فرمایا ہے

”پر سیحان کے میں بھی دیکھتا رہے صلیب
 گر نہ ہوتا نام احمد جس پہ میرا سب مدار“ ریح موعود
 بلکہ حضورؐ اپنے مقتدا و پیشوا کی تعریف میں اس قدر مہمک ہیں کہ آپؐ کو اپنے
 وجود میں بھی عالمِ فضا میں کا ایک باب کھلا ہوا دکھائی دیتا اور حضرت نبی اکرم
 صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانی تجلی اپنے وجود میں سرایت ہوتی محسوس کر رہے ہیں۔
 حتیٰ کہ اعزاز آفرماتے ہیں کہ

اُس نور بردار ہوں اُس کا ہی ہیں ہوا ہوں وہ ہے امیں چیز کیا ہوں بس فیصلہ ہی،
 وہ دلبرِ بگناہ غلوں کا ہے خزانہ باقی ہے سب نشانہ سچ بے خطا ہی ہے
 سب ہم نے اُس سے پایا شاہد ہے تو خدایا

وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا ہی ہے“ ریح موعود
 مترفین و مخالفین اس ضمنی بحثِ ششِ محمدی کے بعد پھر بھی یہ ہر ہمیش یاد رکھیں
 کہ حضرت ریح موعودؐ نے ”محمدؐ کے لحاظ سے صرف اپنی ہی خصوصیت نہیں فرمائی
 بلکہ حضورؐ فرماتے ہیں کہ جب کوئی بندہ اپنے اخلاص میں ترقی کر جاتا ہے تو
 ”پھر وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں محبوب بن جاتا ہے فان اللہ
 محمدؐ کا من عرشہ من اللہ تعالیٰ عرش پر سے اس کی تعریف کرتا
 ہے“ (انحجاز ریح و منہا)

گویا ہر مخلص بندے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ سلوک ہوتا ہے جس کے حصول
 کا ذریعہ یوں بیان ہوا ہے کہ

اگر خواہی کہ حق گوید شہادت
 بشوازل شہانِ نوانِ محمدؐ

کہ آنحضرت صلعم جو محمدؐ میں اُن کے مداح خواں بن جاؤ۔ خدا تمہاری تعریف
 کرے گا۔ رسول پاک صلعم نے بھی فرمایا ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود
 پڑھتا ہے یعنی اس کی تعریف کرتا ہے تو صلے اللہ علیہ عشرۃ اللہ تعالیٰ اُس
 دس مرتبہ درود پڑھتا ہے یعنی اس کی تعریف کرتا ہے۔ پس حضرت مسیح موعود
 علیہ السلام سے بڑھ کر اور کون ہستی ہو سکتی ہے جس سے رسول خدا صلعم کی آ
 تعریف اتنی مدح کی ہو کہ کتابوں کی کتاب میں اس مدح و ثناء سے بھر دی ہو
 باکہ یہی وہ ہستی ہے۔ جو مدح کے نتیجہ اور رسول خدا صلعم کی کامل
 الاغت و فرمانبرداری میں مسیح موعود کے عہدہ متبرک سے فیضیاب ہوا ہے
 اس کی حدود حقیقت حضرت نبی اکرم صلعم کی ہی حمد اور تعریف ہے جو شرف
 جائز ہے۔

”یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا“

ہر مدھی کے واسطے وارد من کہا“

الہام کا دوسرا حصہ اب رہا الہام کا دوسرا حصہ لفظ ”یمشی الیک“
 ”یمشی الیک“ کا مسئلہ۔ سو اس کے لئے صحیح مسلم کی یہ حدیث کافی
 شافی ہے۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:-

”مَنْ آتَانِي يَمْشِي أَتَيْتُهُ هَرَوَلَةً“

صحیح مسلم جلد ۲ باب التقرب الی اللہ

کہ جو شخص میرے پاس چل کر آتا ہے میں اُس کے پاس دوڑ کر آتا

ہوں۔“

پس جن معنوں میں اللہ تعالیٰ کے لئے دوڑ کر آنا ثابت انہی معنوں

میں اُس کے لئے ”یمشی“ یعنی آنا بھی ثابت ہے۔ فلا اعتراض۔

نواں اختر افش :-

”انت من ما رزانا سے مرزا
 تو ہمارے پانی سے ہے“
 عرفان ص ۱۰۰

ہمارا نا کو پیش کر کے لکھا ہے کہ ”اے مرزا تو ہمارے پانی سے ہے“
 معتز نے کمال چالاکی سے حضور کے عرفی الہام کا اردو ترجمہ کر کے ربین
 کا حوالہ دیا ہے اس طرح اپنی غایت کو ملحوظ رکھ کر لوگوں کو مغالطہ میں
 ڈالنے کی کوشش کی ہے کہ گویا یہ ترجمہ ربین میں موجود ہے۔ حالانکہ حضورؐ
 نے ربین میں یہ ترجمہ ہرگز نہیں کیا۔ بلکہ یہ معتز نے جو اُت مندانہ مغالطہ
 وہی ہے جو غالباً نہیں پوچھا گیا کی ہی طرف سے بطور تحفہ ملی ہے۔ کیا
 معتز صاحب کسی لغت عرب سے ماہر کے معنی وہ پانی دیکھا سکتے ہیں
 جو ان کے ذہن میں یعنی لفظہ کا مفہوم نکلتا ہوا ہرگز نہیں البتہ لغت عرب
 میں ماہر کے معنی صفائی۔ چمک اور نور کے بھی آئے ہیں۔ چنانچہ ماہر
 الوجہ کے معنی ہیں کہ ”بہرے کی چمک اور صفائی“ ان معنوں کے لحاظ
 سے انت من ما رزانا کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو
 خدا تعالیٰ نے اپنی روشنی اور نور سے عطا فرمایا تھا۔ نیز خدا
 کے پانی سے الہام الہی کی باتیں بھی مراد ہوتی ہے قرآن مجید میں ایسے
 ثبوت موجود ہیں۔ اسی لئے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ ”سے
 ”ایک عالم مر گیا ہے تیرے پانی کے بغیر پیرے سے پیرے مولا اس طرف دریا کی تہا
 اور ایک جگہ فرماتے ہیں کہ
 میں وہ ہوں نور خدا جسے سوا دن آشکار
 (سید موعود)

لہذا اسی مفہوم کو ذہن میں رکھ کر نیز حضرت مسیح موعودؑ کی عظمت اور
برتری کو محسوس کرتے ہوئے معذور نے جو اس الہام کی ذاتی طور پر تشریح
ذرائع سے دیکھی ملاحظہ فرمائیں۔ دھو معذور!

”یہ جو فرمایا کہ تو ہمارے پانی سے ہے اور وہ لوگ نسل
سے اس جگہ پانی سے مراد ایمان کا پانی۔ استقامت کا
پانی تقویٰ کا پانی۔ دنا کا پانی رحمت اللہ کا پانی جو خدا
سے ملتا ہے۔“ (انجام آئیم ص ۵۶ حاشیہ)

لہذا ثابت ہو گیا کہ حضرت مسیح موعودؑ علیہ السلام کی ذات مبارک اللہ تعالیٰ
مدانت کے لئے آب حیات کا حکم رکھتی ہے اور آب کی پیروی
میں ہی۔ ایمان۔ استقامت۔ تقویٰ۔ دعا۔ محبت الہی کے پورے جوہر
کھلے ہیں اسکا لئے معذور فرماتے ہیں کہ

”فَاِنْ شِئْتَ مَاءَ اللّٰهِ فَاْتِصِدًا مِّنْ اٰهْلِ
فِيْعَطِيْكَ مِنْ عَيْنٍ وَّ قَسْرًا“ (تذکرات الصالحین)
یعنی اگر تو خدا کا پانی چاہتا ہے تو میرے چشمے کی طرف آ بس بھوکو چشمہ دیا جائے
گا۔ نیز وہ آنکھ بھی ملے گی جو نورانی ہوگی۔ نیز دیکھو درجین غزلی ص ۳۳ اس
جگہ بھی ”خدا کے پانی“ سے مراد ملاء اللہ ہے پس الہام مندرجہ عنوان میں بھی
یہی مراد ہے۔ فلا اعتراض۔

دسواں اعتراض۔

”انما امرک اذا ادریت شیئاً ان تقول لہ کن فیکون اے مرزا تیرا یہ ہے کہ جب تو	معتزین نے جب عادت الہام لیرکھتے میں حضرت مسیح موعودؑ کو کھوا اس ڈھنگ سے پیش کیا ہے کہ گویا معتزین کا پیش کردہ ترمیم
--	---

کسی چیز کو کن کہے تو وہ ہو جائے" حضورؐ کا یہ ترجمہ ہے۔ حالانکہ اس الہام
 عرفان الحق ص ۵۳
 میں بھی خدا تعالیٰ ہی مخاطب ہے مگر

غلام کو دھوکہ دینے کے لئے معتزض نے یہ حربہ آسان سمجھ کر کہا ہے۔
 لہذا معتزض کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ الہام بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے
 ہے اور قل مخذوف ہے جس طرح سے سورۃ انفحات میں آیات نعیداً
 میں مخاطب اللہ تعالیٰ ہی ہے حالانکہ یہ خود اللہ تعالیٰ کا کلام ہے
 اور بندوں کی زبان سے ادا کیا گیا ہے اور اس میں بھی "قل" مخذوف

ہے یعنی یہ آیت بھی خدا تعالیٰ نے اپنی طرف سے نازل فرمائی
 ہے پس اعتراض کنندہ کا اعتراض بھی ایسا ہی ہے کہ جیسے کوئی نیائی
 یا آریہ کہہ دے کہ دیکھ محمدؐ مسلم تو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ خدا ہی میری شہادت
 کرتا ہے کیونکہ خدا اس کو کہتا ہے "ایات العجد" اب جو معتزض صاحب
 ایک آریہ کو اس کا جواب دیں گے وہی جواب اس الہام کی نسبت ہمارا
 بھی ہو گا۔ چنانکہ حضرت سیح موعودؑ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے جو میرے پر نازل ہوا۔ میری

طرف سے نہیں ہے" (برہان احمدیہ معنیہ ج ۱ صفحہ ۱۰۴)

چنانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کا اپنی اس
 الہامی آیت کے بارے میں اپنا کیا مذہب تھا یعنی آپ اعتبارات کون دیکھتے
 کس کے لئے کرتے تھے؛ سو تو رہے سنو۔ ارشاد ہوتا ہے کہ

"نہ ایک دفعہ بلکہ بیسیوں دفعوں نے خدا کی بادشاہت

کو زمین پر دیکھا اور مجھے خدا کی اس آیت پر ایمان لانا پڑا کہ

ملک السموات والارض یعنی زمین پر بھی خدا کی بادشاہت

ہے اور آسمان پر بھی اور پھر اس آیت پر ایمان لانا پڑا کہ انما
اسرۃ اذا افراڈ شیا ان یقول لہ کون نیکون یعنی
تمام زمین و آسمان اس کی اطاعت کریں گے۔ جب ایک
کام کو چاہتا ہے تو کہتا ہے کہ ہو جا تو فی الفور وہ کام ہو جاتا
ہے۔ ”رکتشوا نوح لست“

اب اگر معترض کہے کہ عربی زبان میں التباس تھا تو اس کا ترجمہ
بھی موجود تھا اس پر تدبر سے وہ بات واضح ہو سکتی تھی جو حق تھی۔ مگر یہ کام تو
وہ کرے جسے تحقیق منقول ہو۔ اقتدار کے بواہر لوگوں کو تو حقیقت پسندی
سے دور رکھنا ہوتا۔

بہر حال مقررین کو اگر مندرجہ بالا جو اسید تسلیم نہ ہو تو پھر حضرت پیران
پر جناب سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد جو کہ عربی میں ہے
اور جس کا اردو ترجمہ درج ذیل ہے) پڑھ لو۔

واللہ تعالیٰ نے لغز کتابوں میں ارشاد فرمایا ہے کہ اے نبی
آج میں اللہ میں اونہیں پیر سے سو اگونی دوسرا معبود۔ میں
پیر پیر تو نہ بنا ہوں کہ ہوتا وہ ہو جاتی ہے تو میری زبان نہ داری
کہ تجھے بھی ایسا ہی کروں گا کہ میں چیر کو تو کہے گا کہ سو جا وہ ہو
جا جسے گی اور اللہ تعالیٰ نے بنی آدم سے کئی پیروں اور پیروں
دلیوں کے ساتھ یہ معاملہ کیا ہے مگر فیکہ اس کے بعد درجہ
تکدیرین دلیوں کن لو کیوں کرنے کا۔ تاہل غافنی) علیا ہو گا اذ
تو اپنے ہی حکم اور اذن سے پیدار کے گا۔

زندگے غیب ترجمہ اردو و مترجم الغیب ص ۲۷

اب اگر حضرت مرزا صاحب کی مخالفت ہی منظور ہے تو پھر آؤ اور حضرت
 سید عبدالقادر حبیب اللہ رشتی اللہ تعالیٰ عنہ پر بھی فتویٰ لگاؤ ورنہ صاف
 ظاہر ہے کہ تمہارا اعتراض باطل ہے اور حضرت مرزا صاحب کا وہی مسلک
 ہے جو پہلے اولیاء صلحاء کا تھا اور تم لوگ وہ راستہ اختیار کر رہے ہو جو
 پہلے مکذبین اور حق سے بیگانہ لوگ اختیار کرتے رہے۔
 میری نسبت جو کہیں کہیں سے وہ سب پر آتا ہے
 چھوڑ دیں گے کیا وہ سب کو کفر کر کے اختیار (یعنی موعود)

گیارہ سوال اعتراض :- اس الہام کا یہ ترجمہ بالکل ہی غلط ہے حضرت مسیح
 "انت اسمی الاعلیٰ"
 اسے مرزا نیز امیر اسم اعلیٰ
 ہے۔ "صفحہ ۵۳"

ترتیب القلوب صفحہ ۸۱
 گویا اس الہام میں قرآن مجید کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے کہ "کَتَبَ
 اللَّهُ لِأَعْلَىٰ آتَانَا وَرَسُولِهِ" خدا نے لکھ چھوڑا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول
 پر غالب رہیں گے۔

نیز اسم کے معنی اس الہام میں "صفت" کے ہیں پس اس
 الہام میں اس صفت کی طرف اشارہ ہے جو "اعلیٰ" ہے یعنی سب پر غالب
 آنے والی ہے چونکہ یہی خدا کی اس صفت کا مظہر ہوتا ہے لہذا اللہ تعالیٰ
 نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی اس صفت کا مظہر قرار دیا۔ کیوں
 نہ قرار دیتے جبکہ حضور کا باذن الہی یہ دعویٰ ہے کہ

”منم میسج بانگ بلند میگویم
منم خلیفہ شاہی کہ بر سماء باشد“

پارہ سواں اعتراض :-

نہ جانے معترضین کو زیادہ تر حرف

”مرزا اجی کو بیٹے کے متعلق الہام ہوا الہامات پر ہی کیوں رنج ہے۔
مظہر الحق والعلاء کان اللہ
نزل من السماء کہ وہ ایسا ہوگا
کہ گویا خدا آسمان سے اتر آیا۔“

موجود لڑکے کو خدا ٹھہرایا ہے۔ حالانکہ ادنیٰ تدبیر سے معلوم ہو سکتا
اس جگہ مشابہت نزول و ظہور میں ہے نہ کہ ذات میں چنانچہ حضرت
موجود علیہ السلام اسی جگہ جہاں سے معترضین نے یہ الہام نقل کیا۔
فرماتے ہیں کہ :-

”مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء جس کا
نزول بہت مبارک اور جلال الہی کے ظہور کا موجب
ہوگا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضا مندی کے
خط سے مسح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا
سایہ اس کے سر پر ہوگا وہ بعد بڑے سے گا اور امیروں کی دستکاری
کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور
قومیں اس سے برکت پائیں گی تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی
طرف اٹھایا جائے گا۔ دکان: اسد مقلدیا“

راشتہ پارہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء

اس ایک حوالہ سے ہی معترضین کا اعتراض باطل ہو جاتا ہے کیونکہ کسی کلام کی خلاف منشا، منکلم یا لہم تفسیر یا تعبیر کرنا ناجائز ہے اور حضورؐ کی اس عبارت سے یہ بات مل رہی ہے کہ مشابہت ذات میں نہیں بلکہ بملاحظہ نزول و ظہور ہے جس کی تصدیق متعدد احادیث سے بھی ہو سکتی ہے کہ نزول سے مراد اس کے فیوض اور برکات کا نزول ہے۔ دیکھو بخاری و مسلم مشکوٰۃ وغیرہ۔

اب اس الہام کا مفہوم یہ ہو جائے گا کہ وہ لڑکا بلند اقبال ہوگا اس کے آنے کے ساتھ خدا کا فضل اور اس کی برکات آئیں گی۔ فلا اعتراض

بشارت می کہ اک بیٹا ہے تیرا جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
 کروں گا دور اس مرہ سے اندھیرا دکھاؤں گا میں اک عالم کو پھیرا
 ریح موعود

سود نیا گواہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے تمام وعدے پورے ہوئے اور بیٹا و مرشدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ آسمانی فیوض و برکات کا واضح ظہور ہوا ہے۔ آپ کی قیادت میں جماعت احمدیہ نے اکناف عالم تک شہرت و منزلت پائی ہے جس کا اپنے اور بیگانے اقرار کرتے ہیں۔ الحمد للہ علی ذالک۔

تیسرے سوال اعتراض

معترضین نے حقیقتاً الوحی معنوی ۲۵۵ سے نشان ۱۰۶ کی دوچار اسطوریہ مختلف جگہوں سے اکٹھی کر کے اور "تمثیلی طور پر خدا کی زیارت اور سُرخی کے قطرے پر اپنی پسند عبارت بنا کر درج کی ہے اور اس طرح اعتراض ۵۳ سے ایک نئے قسم کا مسروقانہ طریقہ کار ایجاد کیا ہے یہ اس نشان مذکورہ کا پورا اقتباس اس موقع پر درج کرنا مناسب

خیال کرتا ہوں اور ساتھ ہی اس اقتباس سے معترضین کی مسروقہ سرطور پر بھی
خط لگا دیتا ہوں تا قارئین کو معلوم ہو جائے کہ کس طرح سے معترضین نے ناقابل
اعتراض اقتباس کو خواہ مخواہ کے اعتراض کا نشانہ بتایا ہے۔

” نشان نمبر ۱۰۶۔ ایک دفعہ تمثیلی طور پر مجھے خدا تعالیٰ کی زیارت
ہوئی اور میں نے اپنے ہاتھ سے کئی پینٹ گولیاں لکھیں جن کا یہ
مطلب تھا کہ ایسے واقعات ہونے چاہئیں۔ تب میں نے وہ
کاغذ دستخط کرانے کے لئے خدا تعالیٰ کے سامنے پیش
کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی تاخیر کے سرخی کے قلم
سے اس پر دستخط کئے اور دستخط کر سیتے وقت قلم کو چھڑکا
جیسا کہ قلم پر زیادہ سیرامی آجاتی ہے تو اسی طرح پر جھار دیتے
ہیں اور پھر دستخط کر دیتے اور میرے پاس وقت نہایت
رفت کا عالم تھا اس خیال سے کہ کس قدر خدا تعالیٰ کا ہرے
پر فضل اور کرم ہے کہ جو کچھ میں نے چاہا بلا توفیق اللہ تعالیٰ
نے اس پر دستخط کر دیتے اور اسی وقت میری آنکھ کھل گئی
اور اس وقت میاں عبداللہ سنوری مسجد کے حجرہ میں میرے
پر دوبارہ ہاتھ لگا کہ اس کے رد پر وہ غیب سے سرخی کے قطرے
میرے کرتے اور اس کی ٹوپی پر بھی گرنے۔ اور غیب بات
یہ ہے کہ اس سرخی کے قطرے گرنے اور قلم کے جھارنے
کا ایک ہی وقت تھا ایک سیکنڈ کا جیسا کہ ذرا تھا ایک
خیر آدمی اس راز کو نہیں سمجھے گا اور شک کرے گا کیونکہ اس
کو صرف ایک خواب کا معاملہ محسوس ہو گا مگر جس کو روحانی

امور کا علم ہو وہ اس میں شک نہیں کر سکتا اسی طرح خدا نیت سے ہمت
 کر سکتا ہے۔ غزن میں نے یہ سارا قصہ میرا عبداللہ کو سنایا اور
 اس وقت میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے عبداللہ کو جو
 ایک رؤیت کا گواہ ہے اس پر بہت اثر ہوا اور اس نے
 میرا کرتہ بطور تبرک اپنے پاس رکھ لیا جو اب تک اس کے

پاس موجود ہے۔ "حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵۵"

تاریخ کرام نے اس طویل اقتباس کو پڑھا۔ اور خط کشیدہ چند الفاظ
 بھی زیر نگاہ لائے ہونگے۔ جو اس طویل اقتباس سے متعلق نے اعتراض کی شکل میں
 جمع کر کے درج کیے ہیں گویا اتنی طویل عبارت سے دوچار طریق نقل
 کرنے سے معترض کا مطلب حل ہو جاتا ہے بہر حال اصولی اور بنیادی طریقہ
 خوب حقیقت پر محمول نہیں کیا جاسکتا۔ جس کی وضاحت ہم سابقہ صفحات
 میں کر آئے ہیں اور پھر خواب میں خدا تعالیٰ کی زیارت کرنا بھی محبان الہ
 کے لئے ناممکن نہیں اولیاء کرام کی نسبت کتب سیر میں ایسے کئی واقعات
 مثبت ہیں۔ کیا معترض کو معلوم نہیں کہ آنحضرت صلعم نے بھی خدا تعالیٰ کو
 خواب میں ایک نوجوان کی شکل میں دیکھا جس کے لمبے بال اور پاؤں میں
 سونے کی جوتی تھی۔ حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ نے خدا تعالیٰ کو اپنی ماں کی شکل دیکھا۔ پھر درمنثور جلد ۵
 و ۶ کی حدیث شریف میں بھی مرعوم ہے کہ

"أَتَانِي اللَّيْلَةَ رَجِي فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ أَلَم"

کہ آن رات خواب میں میرا رب اچھی شکل میں آیا اور حضور صلعم کے
 کندھوں کے درمیان پشت پر ہاتھ رکھا جس سے حضور صلعم کے سینے

میں ٹھنڈک محسوس ہوئی۔ اور پھر حضورؐ فرماتے ہیں کہ مجھے آسمانوں اور
زمین کا علم ہو گیا۔

اسکا طرح یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے روایت کی ہے کہ
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ۔
”میں نے اللہ تعالیٰ کو سبز لباس میں دیکھا۔ (کتاب الاسرار العفائف

ص ۱۲۱)

چنانچہ جملہ احادیث کی روشنی میں حضرت امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ اپنا
کتاب ایوارقیت میں غزلی زبان میں مرقوم ہیں جس کا اردو ترجمہ یہ ہے کہ
”تم خواب میں اللہ تعالیٰ کو جس کی درحقیقت کوئی شکل
نہیں کسی شکل میں عمتثل دیکھ سکتے ہو اور تعبیر کرنے والا خواب
کو صحیح قرار دے کر اس کی تعبیر کرے گا اس عالم کشف میں ایک
محال چیز موجود ہوگی۔ (ایوارقیت الجواب جلد ۱ صفحہ ۱۶۳)
پس خواب میں اللہ تعالیٰ کو عمتثل دیکھنے سے اس کا جسم لازم نہیں
آتا جیسا کہ احادیث محولہ بالا سے ظاہر ہے لہذا کشفی حالات بالکل جداگانہ
ہیں اس سے خدا تعالیٰ کے عجب ہونے پر استدلال اور مضحکہ اڑانا سراسر
ساقط ہے۔ لہذا حضرت اقدس مرزا صاحبؒ کے اس کشف کے ابتدائی
الفاظ یعنی ”ایک دفعہ تمثیلی طور پر مجھے خدا کی زیارت ہوئی؟ آپ اپنے
نام نہاد غرنان الحق میں نقل کر چکے ہیں۔ بالکل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اور اولیاء کرام کے رویا دکشوف کے مشابہ ہیں۔ لہذا اس پر کسی بھی قسم
کا مخالف استدلال مستحاطا مطلق ٹھہرا ہے۔ جو کہ معتزلیں کی انتہائی بدمنجوق
تصویر ہوگی۔ پھر اور بھی ذرا اس بارہ میں غور کیجئے کہ جو نیا نئے اسلام کا

یازدبب ہے؟ سن لیجئے اور فائدہ اٹھائیے!

”صوفیا کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس پر اور جس صورت میں
جائے ظہور کر سکتا ہے نہ کہ اس حالت میں بھی مطلق ہوگا
نہی اگر اطلاق کی قید سے بھی بالا ہوگا اور جب وہ کسی صورت
میں ظہور فرمائے تو اس پر اس کے مطابق احکام جاری ہونگے
اس بنا پر ان کے نزدیک حیثیت کے مطابق اللہ تعالیٰ
کے لئے بیٹھنے وغیرہ کا بول سکتے ہیں“

ترجمہ از عربی عبارت از تفسیر روح المدانی جلد ۴ صفحہ ۵۷۱

پس سچے

ز صوفی شنوگر ز من لشتوی

تاہم معترف صاحب کوشیوہ ہونے کی صورت میں حضور کے کشف و
الہامات کا معنی کہ خیر پر چا کرنے سے قبل اپنے گھر کی خبر یعنی پیسے تھی۔
جبکہ بروئے کتاب القول فی الملل والنحل ان کا اعتقاد ہے کہ:
”قالت طائفة منهم بالمحطیة ابی الخطاب محمد

بن ابی زینب مولیٰ بنی اسد“

کہ شیعوں کے ایک گروہ نے ابو الخطاب اسدی کو التذکرہ

دیا ہے۔ (جلد ۲ ص ۱۱۱)

۵ ”اے کہ ہر دم بدگمانی تیرا کاروبار ہے

دیوہری فوت کہاں گم ہو گئی اے ہوشیار“

زمین موعود

پتہ دھواں ضمنی اعتراض

”سُرخی کے قطرے“ | اب رہا سُرخی کے قطروں کا سوال ”سوا اس میں بھی اہل
 علم کے نزدیک کوئی محال نہیں ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ
 ”وَرَأَى مِنْ تَتَابُوتِ الْأَحْيَادِ تَا خِزَائِلِكُمْ وَمَا تُنَزِّلُ
 إِلَّا بَقْدَرٍ مَعْلُومٍ۔“

کہ ہر چیز کے نازل ہونے کے پاس ہی ان کو ایک مقررہ اندازہ
 سے اُتارتے ہیں۔

آپ بتائیں کہ کیا ”ہر چیز میں“ سُرخ قطرے شامل نہیں ہیں؟ مجھے فہم ہے

کہ شیرازی صاحب حسب عقیدہ کہیں یہ نہ کہیں کہ یہ آیت تو موجودہ
 قرآن کی ہے جو رنوذ باللہ محترمیت شدہ ہے مجھے صحفِ ناظم سے استدلال
 کر کے دکھاؤ! کیونکہ انہیں پتہ ہے کہ صحفِ ناظم دستیاب ہونا محال ہے
 کیونکہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس بقول ان کے ہے۔ لہذا اس
 صدرت میں واقعی ان کے قول و خیال پر عمل کرنے سے مجبور ہوں۔
 علاوہ انہیں یہ بھی ممکن ہے کہ بعض ماوہ پرست اور کورباہن لوگ یہ
 کہیں کہ یہ کیسے ہو گیا کہ کچھ بھی نہ لقا اور پھر سیاسی کے قطرے پڑ گئے۔

سوائس یاور سے کہ عدم ظلم سے عدم شکی لازم نہیں آتی اسلام میں ایسے
 واقعات اولیاء کرام سے ہوتے رہتے ہیں پناچہ ذیل میں مسترفض کے اضافہ ظلم
 کے لئے چند واقعات دستا کے جاتے ہیں۔

۱) عبداللہ بن ابیہم رضی اللہ عنہما کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ وہ مدینہ منورہ میں کھوکھو
 تھے تو آنحضرت صلی اللہ وسلم کے روحنہ مبارک پر تشریف لائے اور

عرش کی کہ

”يَا رَسُولَ اللَّهِ بِإِذْنِ اللَّهِ وَأَنَا صَائِفٌ“

کہ اے رسول اللہؐ میں آپ کا ہواں ہو کر بھوکا ہوں اور پھر ذرا
ہٹ کر سو گئے۔ خواب میں حضورؐ نے آکر آپؐ کو روٹی انہیں دی وہ فرماتے
ہیں۔ نَأْكَلْتُ بِخَصْمَةٍ وَأَنْتَ بَهْتٌ وَخِي يَبْرَأُ عَلَى بَعْضِ الرَّعِيفِ
کہ میں اس روٹی کا کچھ حوصہ کھا گیا کہ جاگ پڑا تو باقی حوصہ روٹی کا میرے ہاتھ میں
تھا۔ رلاحظہ ہو منتخب الکلام تفسیرناہام معتمد ابن سیرین ورسالہ قدسیر یہ
وتذکرۃ الامام ولما زکر عبد اللہ بن الجبار

گویا جو روٹی خواب میں ملی تھی وہ خارج میں ہی موجود تھی۔ سو جہاں سے
روٹی تاراج میں دکھائی دیا ”سرخی کے قطرے“ بھجا دکھائے جاسکتے ہیں۔
راہبیتنی اور ابو نعیم نے حضرت ام سلمہؓ سے روایت کی ہے کہ تو جب انہ
خبری عبارت)

” ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب بیدار ہوئے تو ہمیں
تھے اور آپ کے ہاتھ میں سرخ مٹی تھی جس کو حضورؐ اٹک پلٹ
رہے تھے میں نے پوچھا حضورؐ یہ مٹی کیسی ہے؟ فرمایا جبریل نے
مجھے خبر دی ہے کہ یہ حضرت حسینؑ عراق میں قتل کیا جائے گا اور
یہ اس کی مٹی ہے۔“ شرح سیر الشہداء ص ۱۷۱ وکنز العمال
اب دیکھئے خواب کی بات بھی مگر وہ مٹی اور پھر خون سے سرخ مٹی
حضورؐ کے ہاتھ میں بیداری کے وقت بھی رہ گئی۔ پس سرخ قطروں کا بیداری
میں ہونا کیوں محال ہے۔

رس، حضرت اسمعیل صاحب شہید روح و طریٰ خضر فرماتے ہیں:-
” انہوں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپؐ

سے تین کھجوریں اپنے دست مبارک سے اٹھائیں اس طرح
 کھلیں کہ ایک ایک کھجور اپنے اٹھنے سے اُن کے منہ میں ڈالتے
 تھے بعد ازاں وہ جاگد پڑے تو اس مبارک خواب کا
 اثر ان کے نفس میں ظاہر ہوا۔“

سراہ مستقیم صفحہ ۱۷۵

۴) تذکرۃ الاولیاء میں حسن بصریؒ کا ایک واقعہ درج ہے کہ:-
 ”آپ کا ہمسایہ شمعون نافع آتش پرست تھا حضرت حسن بصریؒ
 نے سنا کہ وہ سخت بیمار اور قریب الگ ہے آپ نے
 اسے بلینے کی اور وہ اس شرط پر مسلمان ہوا کہ حضرت حسنؒ
 اسے جنت کا پیر و ائمہ لکھ دیں اس پر آپ نے اور بزرگان بصر
 کے دستخط لکھ کر اسے شمعون کی قبر پر رکھا وہ مر جائیگا تو
 اس کے ہاتھ میں دسے دیں تاکہ اگلے جہان میں گواہ رہے
 چنانچہ حضرت حسن بصریؒ نے ایسا ہی کیا مگر بعد میں خیال آیا کہ
 میں نے یہ کیا کیا؟ اس کو جنت کا پیر و ائمہ کیونکر لکھ دیا لگھا؟
 کہ حضرت حسن بصریؒ ”اسی خیال میں روگے شمعون کو دیکھا کہ
 شمع کی طرح تاج سر پر اور مکلف لباس بدن میں پہنے ہوئے
 بہشت کے باغوں میں ٹہل رہا ہے..... اس نے حضرت
 حسنؒ سے کہا کہ حق تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے اپنے
 محل میں اتارا ہے اور اپنے گرم سے اپنا دیدار دکھایا
 ہے..... اب آپ کے ذمہ کچھ بوجھ نہیں رہا اور آپ
 سبکدوش ہو گئے۔ لیکن یہ اپنا تیرا نامہ کیونکر اب اسکی

نزدت نہیں جب حضرت حسنؑ خواب سے بیدار ہوئے تو خط
 کو آپ نے ہاتھ میں دیکھا۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۱۸۱)
 ظاہر ہے کہ یہ واقعات عام لوگوں سے پیش نہیں آتے بلکہ خارق عادت
 ہوتے ہیں اس لئے حضرت سیح موعودؑ نے اپنے اس تشلی کشف میں لکھا ہے کہ
 "ایک غیر آدمی اس راز کو نہیں سمجھتا اور نہ تمک کرے گا کیونکہ
 اس کو ایک خواب کا معاملہ محسوس ہوگا مگر جس کو روحانی امور
 کا علم ہو وہ اس میں شک نہیں کر سکتا اسی طرح خدا نیرت سے
 ہمت کر سکتا ہے۔" (حقیقۃ الودعی ص ۲۵۵)

گویا جس طرح ایک گنوار ہوائی جہاز اور وائریس کا انکار کر کے کسی طرح
 کا یہ انکار بھی ہوگا لہذا ہر دو انکار شائستہ التفات نہیں رہے
 اہل ظاہر نہ کریں کہ چوہ باطن کا تعلق
 کچھ نہ پائیں گے یہاں رنج مصیبت سوا

اہوت تک بغضِ تعالیٰ شیرازی صاحب کے ان پیش کردہ حوالجات کا راقم
 نے تجزیہ کر کے ٹھوس اقتباسات و روایات کے روشنی میں قارئین کرام پر حق و
 صداقت کے معیاری اثبات سے ثابت کر دیا ہے کہ جن پر معتزلیوں کو کچھ زیادہ
 ناز تھا ان کا تو بفضلِ تعالیٰ اسی طرح بخیہ ادھیڑ کر رکھ دیا ہے۔ بلکہ اس بات
 کی بھی گنجائش نہیں رکھی گئی ہے کہ کوئی شخص حضرت سیح موعودؑ کو الہامات و کشف
 میں منفرد تصور کرے بلکہ انبیاء اولیاء سے بھی خارق عادت طور پر ایسے واقعات
 رونما ہوئے ہیں۔ پس اب معتزلی صاحب میں اگر ذرہ بجز بھی تخم دیانت موجود
 ہے تو وہ یا تو ایک سنجیدہ محقق کی حیثیت سے تحقیق کریں۔ مجھے امید ہے کہ نیک
 حجت بن کر تحقیق کرنے کے نتیجہ میں وہ دائرۃ احمدیت میں داخل ہونے پر مجبور

موجباتی کے درنہ واقعات کے پیش نظر جو انبیاء و اولیاء سے بھی مخفی ہو سکتا
 بغیر اہد کوئی چارہ کار نہیں رہے گا۔ پھر حال اس وقت تک مؤلف عرفان الخ
 صاحب کے بار بار دہرائے ہوئے اور پچیدہ پچیدہ اعتراضات کے جواب
 درج کر دیئے گئے ہیں۔ لہذا اب دوسرے پیش کردہ اعتراضات کو بھی
 حسب ترتیب زبیر بحث لاکر حسب سہولیات اُن کے جوابات بھی دینے کی سعی
 کروں گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

پچیدہ سوال اعتراض! | اذالہ اوہام ص ۲۸ کہ حکیم نور الدین نے فرمایا
 کہ اگر اللہ کی جناب میں انت عبدی وانا
 ربک اسے خدا تو میرا بندہ اور میں تیرا رب
 ہوں۔ کہارے انسان جہنمی نہ ہو۔ (عرفان الحق ص ۵۷)

الجواب :- معترض نے اذالہ اوہام ص ۲۸ کے حوالہ سے جو سہل کی عبارت
 پیش کی ہے۔ بڑی اور چھوٹی تقطیع تلاش کرنے کے باوجود اس قسم کے مفہوم
 کی عبارت تو درکنار ان الفاظ کا شبہ تک نہیں ہے۔ باعتبار حوالہ بار ثبوت
 معترض صاحب کے ذمہ ہے۔ درزان کی اس خود ساختگی کا مظاہرہ غیاں ہے۔
 نمبر ۴۔ یہ کہ بذات خود بھی اس عبارت کا کوئی مفہوم و مقصد محسوس نہیں
 ہوتا۔ اور پھر حضرت یحییٰ موعودؑ جیسے سلطانِ اہل حق و عبادت مولانا
 نور الدین بیبیہ عالم و فاضل کی طرف ایسے الفاظ منسوب کرنا ہرگز پسند نہیں
 کر سکتے تھے۔ دراصل یہ عبارت معترض کی اپنی اعتراضی عبارت ہے۔ اگر جواب
 اثبات دیا ہے تو پیش کی جاوے؟

نمبر ۳۔ یہ کہ اگر کچھ وجہ سے یہ درست بھی مان لی جائے تو بھی انت عبدی
 وانا ربک دعائیہ فقرہ کی شکل میں آیت کریمہ ایانا سے لغت کی طرح حضرت

حکیم الامت نور الدین اعظم نے رقم فرمائی ہوگی۔ بہر حال صحیح حوالہ اور عبارت پیش کرنے پر ہی معترف اس بہتان طرازی کی زد سے بچ سکتے ہیں۔

معتز نے حقیقۃً الوحی صفحہ ۱۲۳ کے حوالہ سے
 سولہ سوال اعتراضات | مندرجہ ذیل اقتباس درج کیا ہے کہ :-
 حیض آنے کا جواب | الہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے

اور تجھ میں حیض نہیں بلکہ وہ بچہ ہو گیا ہے ایسا بچہ بمنزلہ طفل اللہ کے ہے؟ عرفان الحق ص ۱۵۱

الجواب :- معتز نے حسبِ غادت اس سوال میں بھی مطلب خود الفاظ لے کر غوام کو یہ سمجھنے کا اشارہ دیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو حیض آتا ہے اگر معتز اس عنقریبی عبارت کے درمیانی حروف بھی درج کرتا۔ تو اس اعتراض کا خود بخود جواب آجاتا۔ مگر معتز نے اپنی ہی بدینیتی کے سبب ایسا نہیں کیا۔ اگر "تیرا حیض دیکھے" کے ساتھ وائے حروف بھی درج کرتا کہ "یا کسی پلیدی ادنا پاک کی پر اطلاع پائے مگر خدا تعالیٰ تجھے اپنے الغابات دکھلائے گا جو متواتر ہوں گے، تو عقلمندوں کے لئے سمجھنے کی آسان راہ نکل آتی کہ اس میں علم کی طرف سے حیض آنے کا کوئی دعویٰ نہیں ہے بلکہ اس میں تو اس کی نفی کی گئی ہے اور اس کی تردید کرتے ہوئے "الغابات متواترہ" کا دہرا دیا گیا ہے مگر معتز اس کو بھی اعتراض کی شکل میں اپنے ہی دعویٰ میں پیش کرتا ہے۔
 العجب ثم العجب۔

غلا وہ اس کے اس اعتراض کے اور بھی کسی جواب میں اول یہ کہ اس اہام میں "یوبیون" کا ابتدائی لفظ دشمن کے ارادہ کا ترجمان ہے لیکن کہ دشمن تیرا حیض دیکھنا چاہتے ہیں "یہ نہیں کہا کہ نی الواتی تجھ میں حیض موجود بھی ہے۔

کیا دشمنوں کے ارادہ کرنے کے وہ بات دیکھے ہی ہو جایا کرتی ہے۔ اگر یہ درست ہے تو بتلائیے کیا آیت پُریدُ ذُنَّ اَنْ يُّحْفِنُوْا لِيُوْزِلُوْا اللّٰهُ يَأْتُوْا هِمَّ لِقَوْمٍ ذُنُوْبًا وَّ اِذْ يُوْشِكُ ذُنَّ اَنْ يُّعْبِدُوْا كَلِمَ اللّٰهِ رَافِعُوْنَ (سے یہ بھی ثابت ہو سکتا ہے کہ اللہ کا نور مجھ گیا اور اس کا کلام مُبَال ہو گیا؟ جس طرح ان آیات سے یہ استدلال غلط ہے ویسا ہی ایہا مندرجہ بالا سے اثباتِ حیفص کا دعویٰ باطل ہے۔
دوم۔ ہم یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود حیفص کے معنی کا تشریح فرمادیا ہے۔

”یہ لوگ خون حیفص تجھ میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ یعنی ناپاکی اور پلیدی اور خباثت کی تلاش میں ہیں اور خدا چاہتا ہے کہ اپنی متواتر نعمتیں جو تیرے پر ہیں دکھلا دے“

دارالبین جلد ۱ صفحہ ۱۹ حاشیہ

سوم۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی اپنے خدا داد دیگر مراتب اعلیٰ کے کامل درجہ کے صوفی اور کامل درجہ کے متکلم ہیں چنانچہ آپ کے کلام میں بھی ہر دو رنگ نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔ جیسا کہ اولیاءِ امت کا اسلوب خاص تعویذ کی جان ہے اور ہمیشہ سے ”خشک ملاں“ اپنی کوتاہِ علمی یا ضرورت کی بنا پر ایسے ہی الفاظوں سے عوام کو مشتعل کرتے ہیں۔ اس لئے ہم اس اعتراض کی سفالی میں ہونی کلام کی چند شہادتیں پیش کرتے ہیں جن سے اس باب میں بہت وضاحت ہو جاتی ہے۔

۱، پہلی شہادت حضرت زید الدین صاحب عطار لکھتے ہیں:-

”جیسے بھرتوں کو حیفص آتا ہے ایسا ہی ارادت کے راستے میں مریدوں کو حیفص آتا ہے اور مرید کے راستے میں جو حیفص آتا ہے

تو وہ گفتار سنے آتا ہے اور کوئی مرید ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ اس حیض ہی میں پڑا رہتا ہے اور کبھی اس سے پاک نہیں ہوتا اور ایسا آدمی بھی ہوتا ہے کہ اس کو حیض نہیں آتا ہمیشہ پاک میں رہتا ہے۔

تذکرۃ الاولیاء اردو جلد ۲۶ اور ذکر ابو بکر ص ۱۰۱

(۲) دوسری شہادت - تفسیر روح البیان کی غزلی عبارت زیر لکھی جاوے اور وہ ترجمہ ہے کہ :-

”جس طرح عورتوں کے لئے ظاہری حیض ہوتا ہے اور وہ ان کے ایمان میں کمی کا موجب ہو جاتا ہے کیونکہ ان کو نماز اور روزہ سے روک دیتا ہے اسی طرح مردوں کو بھی ایک باطنی حیض آتا ہے جو ان کے ایمان کی کمی کا باعث ہوتا ہے کیونکہ وہ ان کو نماز کی حقیقت سے بے بہرہ کر دیتا ہے۔“
روح البیان جلد اول صفحہ ۲۳۶

(۳) تیسری شہادت - حدیث ولیمی میں آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ
”مَنْ كَذَّبَ حَيْضًا تَوَجَّلَ وَالْاَلِهَةُ خَائِفَةٌ لِرَأْيِهِ“
یعنی آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ”جھوٹ مرد کا حیض اور راستہ قرار
اس کی طہارت ہے۔“

رومی صفحہ ۱۶۱ سطر ۱۶ راوی حضرت سلمانؓ

پس حضرت سیح موعود علیہ السلام کے الہام کار طلب صرف یہ ہے کہ
دشمن تجھ کو جھوٹ یا کسی اور بدی میں مبتلا دیکھنا چاہتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ
کے فضل سے تجھ میں کوئی بدی اور گندگی نہیں!

لہذا ظاہر ہے کہ مخالف حقیقت مصنف عرفان الحق نے جو ناپاک الزام کا کنا بیٹہ اشارہ حضرت سید موعودؑ کی طرف کیا ہے وہ سزا پا غلط اور حد درجہ زیار اور اہلیاء سے قدیمی معاندت کا نتیجہ ہے۔ بسا یاد رکھو کہ سے

کچھ تو خوف خدا کرو لوگو!
کچھ تو لوگو خدا سے شکر باد!
میر پریشاں ہے اس کو یاد کرو
یونہی مخلوق کو نہ بہہناؤ
کب تک جھوٹ سے کر کے پیار
کچھ تو سچ کو بھی کام نہ مٹاؤ

سید موعودؑ

مؤرخین نے ازالہ ادہام کے مختلف	مترجموں اور افسانہ
مصنفات کا حوالہ دے کر حضرت سید	ازالہ ادہام جلد ۱، ص ۷۷
موعود علیہ السلام کی نسبت قرآن	قرآن زمین سے اٹھ گیا لگتا
زمین سے اٹھانا اور پھر واپس لانا	یہ قرآن تو آسمان پر سے لایا
کہ بلا تبصرہ و تشریح عبارت پیش کی	پہلی ص ۲ عرفان الحق
بے درپردہ اس کو پیش کرنے پر یہ	۷۷

جتنا ناقص و بے کفایت ہے کہ حضرت مزاہد صاحب قرآن کے اٹھ جانے کا دعویٰ کرتے ہیں اور قرآن واپس لانے کا بھی ہے۔

یہ درحقیقت ہے کہ حضرت سید موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ

قرآن مجید زمین پر سے اٹھ گیا تھا اور میں اُسے لایا ہوں لیکن اس میں
اعتراض والی بات ہی کونسی ہے کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف
طوری پر یہ نہیں فرما دیا ہے کہ :-

يَأْتِي هَلَّةَ النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقَى مِنَ الدِّينِ سَلَامٌ
إِلَّا اسْمُهُ وَلَا مِنَ النَّفْسِ إِلَّا دَرَسْمُهُ

(المحدث و مشکوٰۃ کتاب العلم)

کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا جب اسلام کا نقطہ نام باقی رہ
جائے گا اور قرآن مجید اٹھ جائے گا، اس کے صرف
الفاظ رہ جائیں گے۔

پھر دوسری روایت میں آتا ہے کہ :-

«كَوْكَانَ الدِّينِيْمَانُ هِنْدَا الثُّرَيَّا لِنَا لَهْ مِنْ
هُوَ لَكِيْرٌ» - (بخاری کتاب التفسیر)

یعنی ایک فارسی الاصل انسان ایسا واقعہ ہوگا کہ اگر ایمان
شہ یا پر بھی جا چکا ہوگا تو وہ اسے واپس لئے گا۔

جملہ روایات کا یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ ایمان، اسلام اور قرآن
مجید کو آخری زمانہ میں واپس لانے والا اس کی تعلیمات کو از سر نو تازہ
رہنے والا، دین اسلام کی تجدید کرنے والا ایک فارسی الاصل ہوگا اس
کے بغیر کوئی دوسرا شخص یہ کام نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یہ کام صرف مسیح موعودؑ
اور اس کی جماعت کے لئے ہی مخصوص ہے۔

پھر کبھی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک زمانہ میں قرآن
مجید اٹھ جائے گا۔ لہذا یہ اب ملاحظہ کرنا ضروری ہے کہ آیا... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی وہ پیشگوئی پوری ہو چکی ہے یا نہیں؟ اس کے ثبوت میں ہم دو مخالفین
احمدیت کے دو حوالے پیش کرتے ہیں۔
اول :- مولوی شہار الناصیب امرتسری جو تمام عمر حضورؐ کے مخالف
رہے فرماتے ہیں کہ :-

”سچی بات یہ ہے کہ ہمیں سے قرآن مجید بالکل اٹھ چکا
ہے فرضاً طور پر ہم قرآن مجید پر ایمان رکھتے ہیں مگر
واللہ دول سے اسے معمولی اور بہت معمولی اور بے کار
کتاب جانتے ہیں۔“

(انبار الہدیت ۳ جون ۱۹۱۲ء صفحہ ۲)

دوم :- نواب صدیق حسن خاں صاحب جو بعض فرقہ ہائے اسلام
نزدیک مجدد بھی آنے گئے میں تحریر فرماتے ہیں:

”اب اسلام کا صرف نام، قرآن کا فقط نقش باقی رہ گیا
ہے مسجدیں ظاہر ہیں تو آباؤ ہمیں لیکن ہدایت سے بالکل ویران
ہیں علماء اس امت کے بدتران کے ہیں جو نیچے آسمان کے سہا
انہیں سے فتنے نکلتے ہیں انہیں کے اندر پھر کر جاتے ہیں۔“

(اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۲)

ہر دو اقتباس زمانہ کی حالت اور قرآن مجید کے اٹھ جانے کا کھ
نقشہ پیش کرتے ہیں۔ کیا ان رونما ہونے والے حالات کے بعد بھی ام
ہستی کا بروقت مہودت ہو کر تشریف لانا مدعی کے دعویٰ کی زبردستی
دلیل نہیں ہے؟ جس کے متعلق ارشاد تھا کہ وہ فارسی الاصل ہوگا۔

چنانچہ حضرت سید مہود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام

نے اپنے سچ موعود ہونے کے ثبوت میں ہی ازالہ اوہام ص ۲۲ کے حاشیہ میں دیگر غلامات و قرآن پورے ہونے کے علاوہ مجاہد جمل نشان کا اظہار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ”ازاں جملہ اس عاجز کے سچ موعود ہونے پر یہ نشان ہے“ اور پھر اس بات کا تشہیح کرنے کے بعد کہ قرآن مجید اٹھ گیا تھا اور میں ہی واپس لایا ہوں“ اسی کتاب کے ص ۲۷ حاشیہ پر اپنی ذات کو اس حدیث کا معداق قرار دیا ہے کہ میں ہی ماریسی الاصل ہوں۔ اور اس کے ساتھ ہی اس زمانہ کی بھی تعبیر فرمائی ہے کہ یہ وہی زمانہ ہے جس میں حضورؐ مبعوث ہوئے ہیں لہذا واقعات معدقہ کی روشنی میں اگر دیکھا جائے۔ تو حضورؐ کے ماریسی الاصل ہونے میں کوئی بھی شہ نہی ہے۔ اور اس کا ہم یہیں پر ثبوت بھی پیش کرتے ہیں۔

پہلا ثبوت یہ ہے کہ بند و بست ماں ۱۸۶۵ء حضورؐ کے دعویٰ سے سالہا سال پہلے جبکہ حضرت اقدس کے والد ماجد اور خاندان کے دوسرے افراد زندہ تھے قادیان کے مالکان کے شجرہ نسب کے ساتھ دفن ٹوٹ میں بمبوان ”قصبہ قادیان کی آبادی“ اور ”وجہ تسمیہ“ میں لکھا ہے کہ :-

”مورث اعلیٰ ام مالکانِ دیہہ کا بعدِ شہانِ سلف رنگ
نارس سے بطریقِ ٹوٹری..... نہ کر..... اس جنگل افتادہ
میں گاؤں آباد کیا؟“

دوسرا ثبوت یہ مولوی محمد حسین بٹالوی جو احمدیت کا شدید مخالف اور ہندوستان کے مسلمانوں کا نام نہاد مذہبی وکیل تھا۔ لکھتا ہے کہ

”مؤلف براہین احمدیہ قویٰ نہیں فارسی الاصل ہے۔“
 (اشاعت السنہ جلد ۷ ص ۱۹۳)

تیسرا ثبوت - ایم۔ اے لطیف اپنے ایک پمفلٹ امر قبائی اور قرآن
 حکیم ص ۱۶ میں لکھتا ہے کہ

”جناب مرزا صاحب یافت بن نوح کی اولاد سے ہیں“

یافت بن نوح کے متعلق ملاحظہ ہو عنایت اللغات فارسی
 شیخ ابن حجر شارح صحیح بخاری کا گفتہ است کہ فارسی منسوب

”بفارس“ ابن نما مولانا یافت بن نوح علیہ السلام
 چونکہ ثبوت - حضرت مرزا صاحب کا بھی یہی دعویٰ ہے کہ
 ”اس ماجرہ کا خاندان دراصل فارسی ہے۔“

حقیقۃ الوحی ص ۷۸ حاشیہ

”خدا کے کلام سے یہ معلوم ہوا ہے کہ ہمارا خاندان دراصل
 فارسی خاندان ہے سو اس پر ہم پورے یقین سے ایمان لاتے
 ہیں۔“ (امریعین نمبر ۲ صفحہ ۷ حاشیہ)

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فارسی الاصل ہونا ثابت ہے جو
 ناقابل تردید ہے۔ لہذا قرآن پاک کا اٹھایا جانا اور پھر واپس لانا
 حضرت اقدس کے ہی زمانہ اور وجود سے متاثر تھا۔ جو حضرت نے
 کر دکھایا۔ مزید شرح کی ضرورت نہیں ہے
 ”وقت تقاوت سبحانہ کسی اور کا وقت“

میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا
 ”کیوں عجب کرتے ہو گریں آگیا ہو کہ مسیح“

خود سیمائی کا دم بھرتی ہے یہ باوجود بہار

پس ۵

ماخذاں را اشارہ کافی است۔ ولس

اکھارہ ہواں اخترافس :-

شیرازی صاحب باقطع نظر آپ کی	” انا از لئناہ قریباً من القادیان
اس قدیم عادت مہر ناتہ کے جو	کشتی طور پر میں نے دیکھا۔۔۔
آپ نے اس عبارت کو تہ دیلا	تب میں نے دل میں کہا کہ ہاں واقعی
کرنے ہی کی ہے۔ اس بات کا خود	طور پر قادیان کا عام قرآن میں
ہی الفصاف سے فیصلہ کریں کہ جب	درج ہے، عرفان الحق ص ۵۶

آپ نے خود ہی ”کشتی طور پر“ لکھا اور لکھا ہوا پایا ہے تو اخترافس
کیسے ہو جبکہ کشف نام کلیہ کے تحت بھی حقیقت پر محمول نہیں کیا جاتا
ہے۔ مگر آپ بھی اپنے مسئلہ ”تقیہ“ کی پابندی سے مجبور میں لہذا
آپ کو اس طرف توجہ کرنے کی ضرورت تھی کیا ہے۔ درنہ صاف بات
ہے کہ دوسرے کشف کی طرح یہ بھی ایک کشف ہے جن کا اظہار
حضور نے ان الفاظ میں فرمایا ہے کہ

”کشتی طور پر میں نے دیکھا کہ میرے بھائی صاحب مرحوم

مرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھ کر یا وانہ بلند

قرآن شریف پر لکھ رہے ہیں اور پرٹھتے پڑھتے

انہوں نے ان فقرات کو پڑھا کہ انا از لئناہ قریباً من

القادیان تو میں نے سن کر بہت تعجب کیا کہ کیا

قادیان کا نام بھی قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے تب میں نے نظر ڈال کر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں صفحہ میں شاید قریب نصف کے موقعہ پر یہی الہامی عبارت لکھی ہوئی موجود ہے تب میں نے اپنے دل میں کہا کہ ہاں واقعی طور پر قادیان کا نام قرآن شریف میں درج ہے اور میں نے کہا کہ تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن شریف میں درج کیا گیا ہے مکہ اور مدینہ اور قادیان۔ یہ کشف تھا جو کئی سال ہوئے کہ مجھے دکھلایا گیا تھا۔“

(ازالہ اوہام صفحہ ۷۷، عاشبہ)

محولہ بالا اقتباس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت کشف کو حقیقت پر محمول نہیں کیا جاسکتا۔ اس معاملہ نہیں ہے بلکہ عالم مثال یعنی کشف کا معاملہ

ہے جیسا کہ آپ نے صاف الفاظ میں فرمایا ہے کہ ”کشفی طور پر میں نے دیکھا“ پھر لکھتے ہیں کہ ”یہ کشف تھا جو کئی سال ہوئے کہ مجھے دکھلایا گیا تھا“ پھر کشفی حالت میں ہی جب آپ کو پتہ لگتا ہے کہ قرآن پاک میں قادیان کا نام بھی لکھا ہے تو آپ ”بہت تعجب“ کرتے ہیں کہ ”قادیان کا نام بھی قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے“ گویا کہ کشفی حالت میں آپ اس امر کو تعجب سمجھتے ہیں کہ قرآن پاک میں قادیان کا نام لکھا ہوا ہے پس جب کہ یہ ایک کشف تھا سو ایک کشف کو حقیقت پر ہی محمول کرنا کس طرح جائز ہے اب اگر معترضین

کشف کو حقیقت پر ہی محمول کرنے پر لہذا میں تو پھر انہیں حضرت
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس رویار کو بھی قابلِ اعتراض
قرار دینا پڑے گا جس کا قرآن شریف میں یوں ذکر ہے کہ
”اذیریکم اللہ فی منامک فلیلا“

یعنی خواب میں اللہ تعالیٰ نے جنگِ بدر میں لڑنے والے کفار
کو بہت تھوڑا کر کے دکھلایا حالانکہ وہ سمازوں سے یقیناً بہت
زیادہ تھے واقع میں کفار ۹۵۰ اور مسلمان ۳۱۳ تھے۔ یا کوئی
ہے جو تو میں صحابہ کا نام لے کر رسول کریم صلعم کے اس کشف پر
اعتراض کرے۔ جس میں آپ نے جنگِ اُحد کے شہید صحابہ رضی
اللہ عنہم کی شکلیں دیکھا؟ رسولِ باہر (الربیعا) تو کیا وہ فی الواقع
گائیں تھیں۔ یا کسی میں یہ ہمت ہے کہ جو حضرت یوسف علیہ السلام
کے اس رویار کو شرک قرار دے جس میں سورج، چاند اور
گیارہ ستاروں سے اپنے آپ کو سجدہ کرایا۔ ہرگز نہیں۔ یا
رسول کریم صلعم نے مجاہد کشف سونے کے کنگن اپنے ہاتھوں
میں دیکھے تو کیا واقعی ظاہر میں آپ نے سونا پہن لیا تھا؟ وغیرہ
وغیرہ۔ اب اگر کوئی بھی شخص ان رویار اور کشف کو قابلِ اعتراض
قرار نہیں دے سکتا۔ بلکہ یہ کہے گا کہ یہ تعبیر طلب ہیں تو کیوں مخالف
لوگ اس سیدھے اور صاف طریق فیصلہ کو قبول نہیں کرتے کہ
کشف کو ظاہر پر محمول کر کے اعتراض کرنا خود غلطی ہے۔

”پاک دل پر بدگمانی ہے یہ شقوت کا نشان
ابنوا نکھیں بند ہی دیکھیں گے پھر حجابِ مکار“ شیخ مرحوم

انہی سوال اعتراف:

یہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ قرآن مجید میرے منہ کی باتیں ہیں، الہام میں صیغہ نائب سے صیغہ متکلم کی طرف تشریحاً تبدیلی ہوتی ہے جبکہ کہ صفت نے جو بذات خود ملہم ہیں اور

”قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں“
(مخزن الحق ص ۵۵)

کی تشریح فرمادی ہے۔

”سوال پیش ہوا کہ الہام الہی یعنی قرآن خدا کا کلام اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔ ناقل میں میرے کی ضمیر کس طرف پھرتی ہے، یعنی کس کے منہ کی باتیں ہیں؛ فرمایا خدا کے منہ کی باتیں اس نراج کے اختلاف مناسک شالیں قرآن شریف میں موجود ہیں۔“

رد در جلد ۶ ص ۲۸۱ جولائی ۱۹۰۶ء صفحہ ۶

چنانچہ قرآن کریم کی متعدد آیات اختلاف مناسک کی تصدیق کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر آیت ”الرحمن الرحیم للک یوم الدین ایاک نعبد وایاک نستعین“ میں بھی یہی صیغہ نائب کے صیغے ہیں اور پھر یکدم صیغہ حاضر شدہ سے ہوتا ہے کیا خدا تعالیٰ آنحضرت صلیم کو نعوذ باللہ مخاطب کر کے فرما رہا ہے کہ ”ہم خدا تیری بندگی کرتے ہیں نہ کہ تیری بندگی نہیں۔“ قرآن مجید میں اس اسلوب بیان کی بیسیوں مثالیں موجود ہیں۔ مگر ہم اسی ایک آیت پر التفاد کرتے ہیں۔

بلیسواں اعتراف:-

”میرا کہے آنے پر تمام تلواریں کے شیرازی صاحب نے تحریف عبارت کی خاص

جہاد ختم ہو جائیں گے جو اب میرے مہارت حاصل کی ہے۔ شاید اس
مرزا کے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی طرح کے طریقہ کار کو اختیار
کام نہیں ہے۔ عرفان الحق ص ۵۷ کرنے سے ان کو اپنے عقائد اثر میں
خاص طور کی برتری حاصل ہوگی۔ قطع نظر ان کی اس خود پسندی کے مسئلہ
جہاد کی حقیقت کا اظہار کرنا ہی بہتر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود
علیہ السلام اور جماعت احمدیہ پر یہ ایک بہت بڑا عظیم ہے۔ جو مسیح جہاد
کی نسبت عائد کیا جاتا ہے۔ ہمارے نزدیک جہاد کے بغیر ایمان بھی
کامل نہیں ہو سکتا۔ پس ہم کلینتہ جہاد کے منکر نہیں اور جہاد ہے وہ
شخص جو کہتا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے جہاد کا اعلان کیا ہے جو جہاد
تو اسلام کا ایک رکن ہے۔ جو کسی صورت میں بھی ترک نہیں کیا جاسکتا۔
مگر باوجود اس کے یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بعض علماء اسلام نے جہاد
کا قطعاً غلط مفہوم سمجھ رکھا تھا۔ اور اسلام کے نام پر خونریزی و فساد
فداری۔ ڈاکہ زنی اور غارتگری کا نام جہاد رکھتے ہیں۔ وہ حرمی وطن
نفسانیت اور ذاتی وقار و فائدگی خاطر مخالفین اسلام کے گلے کاٹنے
کا نام جہاد رکھتے ہیں۔ وہ مسلمانوں کی غلط رہنمائی کر کے ان کو نازی بننے کا
شوق دلا کر ان سے بندوق۔ پستول سے غیر مسلموں پر نافرمانی کرنے کا نام
جہاد رکھتے ہیں اور پھر طرفہ یہ کہ ان امور کو وہ اسلام اور بانے اسلام
صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ شاید خیر ازلی صاحب بھی اپنی
قسم کے علماء میں سے ایک ہیں۔ ورنہ ان کو مسد جہاد پر ہماری نسبت
الزام تراشی کی کیا ضرورت تھی۔ بہر حال جہاں تک بعض علماء اسلام کے

انحرافی جہاد کا اعلان ہے۔ کون دیا نذر اور تحقیقی مومن ہے جو اس قسم کے جہاد کو قابل نذریت اور لائق مزمت قرار نہیں دیتا۔

حضرت شیخ محمد بن عبد العزیز نے یہاں اور کئی کارہائے نامہ سرا انجام دیتے ہیں وہاں اسلام کو یہ عظیم الشان خدمت بھی کی ہے کہ جہاد کا صحیح مفہوم لوگوں کے ذہن نشین کیا اور اس طرح سے جہاد میں جہاد و کبیر۔ جہاد بالضعیف اور جہاد بالقرآن سب کی حقیقت لوگوں واضح کر دی۔

یاد رکھنا چاہیے کہ جہاد کفار سے لڑائی کا لفظ وسیع معنوں میں نام نہیں اور نہ ہی غیر مسلموں سے لڑائی کرنے کو جہاد کہتے ہیں بلکہ کسی کام میں اپنی

انتہائی قوت خرچ کرنے اور پھر اس کے متعلق پوری کوشش کرنے کو جہاد کہا جاتا ہے کیونکہ اس کا مادہ جہد اور جھگڑا ہے جس کے معنی قوت کے ہیں۔ چنانچہ علامہ غسٹانی اپنی کتاب ارشادی الساری فی تشریح بخاری میں مرقوم ہیں جس کا اردو ترجمہ یہ ہے کہ

”یعنی جہاد جہاد سے لگتا ہے جس کے معنی محنت و مزدوری

کے ہیں یا جہد سے مشتق ہے جس کے معنی زور و قوت

کے ہیں۔“ رجسٹریم شدہ

اسی طرح لسان العرب جلد ۴ ص ۱۰۱ مطبوعہ مصر۔ تاج العروم

صفحہ ۹۰۲ اور معارج وغیرہ کتابیات کے مطالعے سے بھی یہی معلوم

کوئی دقیقہ فروگذازیت نہ کرنا۔ اسماعیل سوانح احمدی کٹاں مؤلفہ منشی
محمد جعفر صاحب تمنا نیسری میں لکھا ہے کہ
”جنگ کا نام جہاد نہیں ہے جنگ کو قتال کہتے ہیں اور وہ
گامے ما ہے پیش آتی ہے اور جہاد کو اعلیٰ کلمۃ اللہ
میں کوشش کرنا ہے مدت دراز تک باقی رہتا ہے یہ صرف
آپ کی غلطی ہے کہ قتال کا نام جہاد رکھا ہے اور ان
کوششوں کو جو واسطے اعلیٰ کلمۃ اللہ کے لوگ کر رہے
ہیں آپ بے فائدہ اور عبث قرار دیتے ہو۔“ (صفحہ ۱۱۱)
علامہ تفسلائی اپنے نفس اور شیطان سے جہاد کرنے کو
”اعظم الجہاد“ قرار دیتے ہیں۔

ارغادات الساری صفحہ ۱۳ جلد ۵

قرآن پاک نے بھی وجہاً ہدھم بہ جہاداً کبیراً کا حکم معاویہ
فسرما کر بہ کی منیر قرآن شریف کی طرف کر کے فرمایا ہے کہ قرآن پاک
کی تبلیغ و اشاعت کا جہاد ہی جہاد کبیر ہے۔
چنانچہ آنحضرت صلعم نے ایک نژدہ سے واپس تشریف لاتے
ہوئے فسرایا کہ

”رجعنا من الجہاد الا اصغر الی الا الجہاد
الاکبر“

یعنی ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر یعنی اشاعت قرآن کی طرف واپس

آئے ہیں۔“

چنانچہ اس مختصر سی تحقیق سے ظاہر ہے کہ جہاد کا مفہوم وہ نہیں جو
 آج کل کے غلط فہم لوگوں کے ہاتھ میں آیا ہے اور جو ان کے ہاتھوں میں لیا گیا
 حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی بعثت کے ساتھ ہی اپنی خدا داد
 ذمہ داری کو ملحوظ رکھ کر ادا کیا ہے کہ

”مجھے تعجب ہے کہ اس زمانہ میں کوئی
 شخص مسلمانوں کے لئے قتل نہیں کرتا
 تو وہ کس حکم سے گناہ گار لوگوں کو قتل کرتے
 ہیں۔“

رسالہ گزشتہ انگریزی اور جہاد صفحہ ۱۱-۱۲

پھر فرماتے ہیں کہ

”موجودہ طریق غیر مذہب لوگوں پر حملہ کرنے کا ہو
 مسلمانوں میں پایا جاتا ہے جس کا نام وہ جہاد
 رکھتے ہیں۔ یہ شرعی جہاد نہیں ہے۔ بلکہ صریح
 خدا اور رسول کے حکم کے مخالف اور
 سخت معصیت ہے“ (ایضاً صفحہ ۱)

یہ چونکہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ
 سو سال پہلے ہی اپنی معرفت کی نگاہ سے دیکھا تھا کہ مسیح موعود کے
 زمانہ میں جہاد کا غلط مفہوم لوگوں کے ذہن نشین ہو جائے گا اور فزرت
 ہوگی کہ نہایت حق سے اس غلطی کا ازالہ کیا جائے پس آنحضرت نے جس
 طرح یکسر صلیب میں مسیح موعود کا یہ کام قرار دیا تھا کہ وہ کسر صلیب

کرے۔ اسی طرح "بیضج الحود" فرما کر آپ نے اس حقیقت کو بھی
 اظہر من الشمس کر دیا کہ مسیح موعود کا کام بھی یہی تھا کہ لڑائیوں کا خاتمہ کرے
 یعنی ان غلط خیالات کا قلع تیرے ہاتھ سے بن کے ہوتے ہوئے لڑائیوں
 کا ہر وقت احتمال ہوتا ہے۔ چہ نہ حضرت موعود نے اسی بنا پر یہ فرمایا
 کہ۔

"ہائے افسوس کیوں بہ لوگ غور نہیں کرتے کہ تیرہ سو
 برس ہوئے کہ مسیح موعود کی رسالہ میں آنحضرت صلی
 اللہ علیہ وسلم کے مذ سے کلمہ بیضج الحرب جاری
 ہو چکا ہے جس کے معنی ہیں کہ مسیح موعود جب آئے
 گا تو لڑائیوں کا خاتمہ کرے گا اور اسی کی طرف اشارہ
 اس قرآنی آیت ہے: حتی بیضج الحرب اور اوجھاہ
 رسالہ گورنمنٹ انگریزی اور جہاد صفحہ ۷)

اسی طرح فرماتے ہیں کہ۔

ہا اگر فرض بھی کر لیں کہ اسلام میں ایسا ہی جہاد تھا جیسا کہ
 ان مولوں کا خیال ہے تاہم اس زمانہ میں وہ حکم قائم
 نہیں رہا۔ کیونکہ مسیح موعود ظاہر ہو جائیگا
 تو سبھی جہاد اور ہی جنگوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ کیونکہ
 مسیح نہ تلوار اٹھائے گا اور نہ کوئی اور زمین ہتھیار پکڑے
 گا مگر اس کی دعا کا اثر ہو گا اور اس کی عقیدت اس
 کی تلوار ہوگی وہ مسیح کی بنیاد ڈالے گا اور بحری اور شہر

کو ایک ہی گھاٹ پر اکٹھے کرے گا (صغریٰ)
 پھر صحیح بخاری کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :-
 " صحیح بخاری کی اس حدیث کو سوچو جہاں مسیح موعود
 کی تعریف میں لکھا ہے کہ یفتح العرب یعنی مسیح جب آئیگا
 تو وہی جنگوں کا خاتمہ کر دے گا سو اس حکم دیتا ہوں کہ جو میری
 فوج میں داخل ہے وہ ان خیالات کے مقام سے پیچھے ہٹ
 جائیں " درر منعمہ ۱۸

اپنے منظوم کلام میں بھی یہی کہتے ہیں کہ :-
 کیوں بھولتے ہو تم یعنی العرب کی خبر
 کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھو تو کھول کر
 فرما چکے سید کو نین مصطفیٰ !
 عیسے مسیح کر دے گا جنگوں کا التوا
 اب بھپوڑ دو جہاد کا اسے دوستو خیال
 دس کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
 یہ ختم سن کے بھی جو لڑائی کو جا - گھا
 وہ کافروں سے سخت بزمیت اٹھائیگا
 درر منعمہ

چنانچہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام نے اگر اپنی
 جماعت کو قطعی طور پر سبھی جہاد یا جنگ کا افساد سے دور رہنے کا حکم دیا
 ہے اور صلح و آشتی دینا کا سوجھ بوجھ عطا کیا ہے تو یہ تمام چھاپے پیارے آقا و
 مقتدا حضرت محمد مصطفیٰ اسلام کی ہی پیروی میں بھیجے۔ ایک ناشب رسول و

مسیح الزمان کے دیا ہے چونکہ مسیح موعود کا کام یحییٰ اور عیسا و یقیناً الشریعة سے بلند مولیوں کی فاطمیوں اور ان کی اختر اعلیٰ نہر لوی سے کہ لہذا انہوں نے ازبام کر کے حقیقی مسلمان سے دنیا کو آگاہ کرنا تو ان کا فرض اور ان کی ذمہ داری تھی اور یہی قسود ان حدیث کا بھی منشا ہے اور اس بارہ میں کتب میں تفاسیر میں ہزاروں ثبوت مل سکتے ہیں۔ عند اللہ العلیٰ پیش کئے جاسکتے ہیں۔ لہذا حضرت مسیح موعود اپنے خدا داد مرتبہ و عظمت کی ذمہ داری کے پیش نظر بہانگ و سہل ہدایت فرماتے ہیں کہ:-

”آج سے انسانی بھاد و جوتلواری سے کیا جانا تھا خدا حکم کے ساتھ بند کیا گیا۔ اب اس کے بعد جو شخص کا خیر ہے تلوار اٹھاتا ہے اور اپنا نام غازی رکھتا ہے وہ اس رسول کریم صلعم کی نافرمانی کرتا ہے جس نے آج سے تیرہ سو برس پہلے فرمایا ہے کہ مسیح موعود کے آنے پر تمام تلوار کے جہاد ختم ہو جائیں گے سو اب میرے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی جہاد نہیں ہے ہر کسی طرف سے امان اور صلح کا رہی گا سنیہہ جو بند ابنہ کیا گیا ہے۔“

راشتہار چندہ منارۃ المسیح ص ۵

”چونکہ موجودہ زمانہ اور اس ملک میں جہاد کی وجہ معدوم ہیں اس لئے مسلمانوں پر حرام ہے کہ وہ دین کے لئے جنگ کریں اور اس شخص کو قتل کریں جو شرع متین کا انکار کرے کیونکہ عداوت نے نے بھی صراحتاً“

بتا رکھا ہے کہ امن و عافیت کے زمانہ میں جہاد حرام
 رہتا ہے۔ (مخففہ گولڈ ویڈیو صفحہ ۲۰)
 ”جہاد کا سنت اس زمانہ میں اس لئے اٹھالی گئی ہے کہ اب
 جہاد کے اسباب باقی نہیں اور ہمیں حکم ہے کافروں سے
 ویسا ہی سلوک کریں جیسا کہ وہ ہم سے کرتے ہیں اور ہم
 اس وقت تک امن یہ سرگزشتلوں نہ اٹھائیں جب تک کہ
 وہ ہمیں تلوار سے قتل نہ کریں۔“

(حقیقۃ المہدی صفحہ ۱۹)

یونکہ قرآن و حدیث و اقوال بزرگان دین و تعلیم حضرت مسیح موعود
 سے واضح ہو گیا ہے کہ صحیح اسلام کی تعلیم ہر قسم کے جنگ و جدال سے
 منع کرتی ہے سوائے اس کے کہ مخالفین کی طرف سے جنگ ہو۔ پس
 جماعت احمدیہ اپنے اصول کو برقرار رکھتے ہوئے حضرت مسیح موعود کے
 جملہ احکام کی پیروی میں ہر قسم کے فتنوں اور فسادوں میں حصہ لینے
 سے اجتناب کرتی ہے کیونکہ فی زمانہ میں جب کہ کسی ایک فرقہ کو اس
 کی مذہبی منافات پر کوئی یا بندہ حکومت وقت کی طرف سے مائدہ ہیں
 سے نمٹانے۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج وغیرہ امور کی ادائیگی میں نہ صرف
 پورے آزادی ہے۔ بلکہ گورنمنٹ اپنے سیکورٹیز نظام کے ماتحت امور
 دینی کی انجسام دہی کے لئے مالی وغیرہ تعاون بھی دیتی ہے۔ تو پھر ہم
 کس آشت قرآنی کے تحت جہاد کو روک سکتے ہیں؟ پھر جب کہ بزرگان دین
 و ائمہ متین نے سول ملک گیری کی جنگ کو بجائے جہاد کے قتال نام قرار
 دیا ہے اور جماعت احمدیہ کو یہ مسلم ہے۔ پس اگر شیرازی صاحب یا ان

کی جماعت نے زندگی میں منافقت کے بعد بھی ہم جہاد کے منکر میں تو وہ پہلے اپنے
 لہر کی خبر لے کر اپنے ہی قومی رہبر سید علی المحارری کا ہی جواب طلب کریں
 یونکہ وہ بقول اہل تشیع کے مسلمہ "مجتہد شمس العلماء" ہیں لہذا وہ کس شریعت
 اور اسلامی تعلیم کے تحت اسی گورنمنٹ کا تعین میں رطب اللسان اور
 آپ شیعوں کو ان کی پوری وفاداری کا حکم دیتے ہیں جس گورنمنٹ یعنی
 برطانوی حکومت کے خلاف جہاد نہ کرنے کا الزام حضرت مرزا صاحب
 کے خلاف لگایا گیا ہے کیا یہ وہ کراہت نہیں ہے کہ جس میں کلمہ صحیح تو صحیح پر
 آپ کے ادرال احناف کے علماء نے حضرات مرزا صاحب کو مورد
 الزام قرار دے کر فتویٰ کفر دیا تھا۔ آج آپ کے مسلمہ
 "مجتہدین تک کو بھی نہ بڑھت سسٹ کی وی، توضیح کرنی پڑی۔ اور اس طرح
 سے حضرات کے مسلم کلام کے سامنے تسلیم نم کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ اور
 اس طرح سے یہ بھی امام زمان و مہدی دور میں حضرت مرزا صاحب علیہ
 السلام کی صداقت کا زندہ نشان بن گیا۔

کرامت اگرچہ بے نام و نشان است

بیابن گرز غسان عمید

چنانچہ آپ کے مجتہد صاحب "السید علی المحارری" اہل تشیع کو

خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ

"آپ بہت ہی ناخوش کر گزارہ ہوں گے اگر آپ

اس کا اعتراف نہ کریں کہ ہم کو ایسی سلطنت کے زیر

سایہ ہونے کا فخر حاصل ہے جس کی نہالت اور

انصاف پسندی کی مثال کو نہ نظیر دنیا کی کسی اور

سلطنت میں نہیں مل سکتی فی الواقع بادشاہ وقت کے
 حقوق میں ایک اہم حق یہ ہے کہ رعایا اپنے بادشاہ
 کے عدل و انصاف کے شکر گزار ہی میں ہمیشہ رطب
 اللسان رہے اس میں بھی عصفور پر سخیل سیم ملیہ و آلہ
 و سلم کی تاسی مسلمانوں کو لازم ہے کہ آپ نے بھی
 نوشیر والی عادل کے حمد سلطنت میں ہونے کا ذکر
 مدح اور شکر کے رنگ میں بیان کیا ہے اس لئے
 ضروری ہے کہ عصفور کی تاسی میں مسلمان اس
 مبارک مہربان منصف اور عدل گستر برظانیہ غلطی
 کی دغاگوئی اور شکر رجوتی کریں اور اس کے احسانوں
 کے شکر گزار رہیں۔

خبر کرو کہ تم اسلام کی تبلیغ اور اشاعت کے
 لئے کیونکر بے خوف و خطر پوری آزادی کے ساتھ
 آج ہر میدان تقصیر میں اور وعظ کر رہے ہو اور
 کس طرح ریل، تار اور دیگر ہر قسم کے سامان میں
 سے تبلیغ کا مشکلات میں بہت کچھ آسانیاں ہوئیں اسی
 مبارک اور سعید و عہد میں میں میسر آئے ہیں جو پہلے کبھی
 کسی حکومت میں موجود نہ تھے اسی ہندوستان میں
 گذشتہ غیر مسلم سلطنتوں کے عہد میں یہ حالت تھی
 کہ مسلمان اپنی مسجدوں میں اذان تک نہیں کہہ سکتے
 تھے اور باتوں کا تذکرہ ہی کیا ہے اور حلال چیزوں
 کو کھانے سے روکا جاتا تھا کوئی باقاعدہ تمہینات

مذہبوتی تھی۔ مگر یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ آج ہندوستان میں
 اسی مبارک و مہربان سلطنت کے تحت عدالت و انصاف
 میں کروہ ان تمام عیوب اور خود غریبیوں سے پاک ہے جس کو
 مذاہب کے اختلاف سے کوئی بھی اعتراض نہیں ہے اور جس
 کا قانون ہے کہ سب مذاہب آزادی کے ساتھ اپنے مذہبی
 فرائض کو ادا کریں لہذا اس سلطنت (برطانیہ عظمیٰ) کے
 وجود و بقا اور تباہ و دوام کے لئے تمام احباب و مذاہب
 اور اس کے ایثار کا جو وہ اہل اسلام اور خاص کر شیعوں
 کی تربیت میں بے دریغ مرعی رکھتی ہے ہمیشہ صدق دلی
 سے شکر گزار ہوں۔ اور اس کے ساتھ دل سے نادار
 رہنا اپنا شوار بنائیں اور ان کے خلاف جلسوں اور مظاہر
 میں شریک اور معین ہونے سے قطعاً احتراز کریں۔“

۲۶ جنوری ۱۹۲۳ء میں مواعظ تھیہ، صفحہ ۷۳، ۷۴، ۷۵ بار سوم
 شائع کردہ میجر کنٹن خانہ چینپہ حلقہ ۷۲۔ زون ۸، محلہ
 شیعیان لاہور۔ بحوالہ رسالہ الفرقان جولائی ۱۹۶۶ء

اب شہزادی صاحب از روئے انصاف جواب دیں کہ محولہ بالا
 کلام اگر تھیہ کا مقابلی نہیں ہے تو پھر ان مزلوط و مبسوط الفاظ سے
 نہ حضرت مرزا صاحب نے وہ کون سے الفاظ استعمال کیے ہیں جن
 تجہ میں تمام فرقہ ہائے اسلام سے اہل تشیع نے بیجان ہو کر اسی مسئلہ
 بحث کے پیش نظر تشیع جہاد کے الزام میں فتوے کفر صادر کیا اور
 کہا، جنہوں نے بھی تو ان دنوں تشیع ہی حکومت وقت کی قیادت

اور اس کے احکام کی پیروی کو فرضِ عین سمجھ کر اپنی غیر معمولی ذمہ داری کا ذریعہ ادا کرتے ہوئے تھے ہی نہ مایا تھا کہ

” شریعتِ اسلام کا یہ واضح مسئلہ ہے جس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ ایسی سلطنت سے لڑائی اور جہاد کرنا جس کے زیر سایہ مسلمان لوگ امن اور غائبیت اور آزادی کے

زندگی بسر کرتے ہوں..... قطعی حرام ہے۔“ ۱۸۸۲ء
براہینِ احمدیہ جلد سوم، ٹیبلٹ بیچ صوبہ، مطبوعہ

چنانچہ خدا تعالیٰ کے مامور و مرسل حضرت مرزا صاحب نے از روئے فرمانِ الہی یعنی ولیم الشریعتہ کے تحت مسلمانوں کی ویرینہ فلسطی کا اصلاح کا بیڑا ۱۸۸۲ء میں اٹھایا۔ تو اس کی تعلیم میں اہل تشیع کے مجتہد علی الحائریؒ نے ۱۹۲۲ء میں اس امر کا اقرار کرتے ہیں کہ جس طرح نبی اکرم صلعم نے نوشیروان عادل کے عہد سلطنت میں ان کی مدد و ثنار کی ہے۔ اسی طرح تم بھی کرو۔ گو یا حضورؐ کی طرح اس کو شرعی مسئلہ قرار دیا ہے۔ پس شیرازی صاحب کو باثبات بالا یہ ایمان لانا چاہیے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے مسئلہ جہاد میں مطابق شریعت جو حد و دکی پابندی لگا دیا ہے اسی کا احترام کرنا ضروری ہے !!

” پہلے سمجھے تھے کہ موسیٰ کا عصا ہے فرقاں
پھر جو بوجہ پا تو ہر اک لفظ مسیحا مکتلا“
رہسج موعودؑ

اکیسواں اعتراض !!
سباں محمود کے فتوے کے مطابق ازیرہ بحث تحت حاشیہ حوالہ کو میں نے اس

کل امت محمدیہ مردود ہے | اخیر پھر لکھا تھا کہ یہ اعتراض بلا حوالہ محترف نے
از مدثر شاہ "مشہور" درج کیا ہے۔ چونکہ شیرازی صاحب کو بذات
خود کسی بات کا شاہد بھی علم ہو۔ مگر شیعوہ پاکٹ بک کی ہر ہر نقل کرتے
ہوئے میرے خیال میں وہ خود بھی پریشان ہوئے ہوں گے کہ میں کیا
لکھ رہا ہوں۔ میرے خیال میں مدثر شاہ صاحب غیر مبائع تھے اور
شاہد شیعوہ پاکٹ بک والے کو ان کی کسی تالیف سے اس قسم کا کوئی جمع
کردہ بے معنی مواد مل گیا ہو۔ میرے نزدیک سیدنا امیر المومنین خلیفۃ
السیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کوئی ایسا کلام نہیں ہو سکتا کہ انہوں نے بھول
کر بھی کل امت محمدیہ کو مردود کہا ہو البتہ یہ ضرور ہے کہ ان کے نزدیک
سیح موطوؤ کا منکر کافر ہے۔ کیونکہ حسب ارشاد سیح موطوؤ۔ ہمدی زبان
کا انکار نبی کریم صلعم کا انکار ہے۔ لہذا وہ کافر ہے۔ چونکہ حضرت مرزا غلام احمد
صاحب تادیبانی کی ذات گرامی ہی فی زمانہ میں ان تمام دعاوی کی مسدق
ہے۔ جس میں ذرہ بھر بھی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے لہذا اس
صورت میں یہ آپ کو بھی مسلم ہے جیسا کہ شیعوہ کتب سے ظاہر ہے کہ
"عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ أَنَّ الْجَاهِدَ بِصَاحِبِ الزَّمَانِ
كَالْجَاهِدِ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ فِي آيَاتِهِ"۔ کتاب الروافضیہ معجمہ و خطبۃ الوسیلہ
یعنی امام جعفر سے روایت ہے کہ امام دقت سے انکار کرنے والا ایسا
ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کے زمانہ میں انکار
کرنے والا اسی طرح سے اصول کافی کی ذیل کی روایت سے ظاہر
ہے کہ

”عَنْ ابْنِ آذِينَ قَالَ حَدَّثَنَا خَيْرٌ وَاحِدٌ عَنْ
 أَحَدِهِمَا أَنَّهُ قَالَ لَا يَكُونُ الْعَبْدُ مُؤْمِنًا
 حَتَّى يَخْرِتَ اللَّهُ وَرَسُولَهُ... وَإِمَامَ زَمَانِهِ
 وَيُؤَدِّعَلِيهِ وَيُسَلِّمَ لَهُ“

(اصول کافی کتاب الحجۃ باب معرفتہ الامام)

یعنی ابن آذینہ کہتے ہیں کہ ہم سے کئی شخصوں نے امام باقر سے یا امام جعفر
 روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ بندہ مومن نہیں ہوتا جب تک خدا
 کریم اور اپنے وقت کے امام کو نہ جانے اور اس کی خدمت میں حاضر ہو کر
 اس کو سلام نہ کرے۔

لہذا مندرجہ ہر دو حوالہ جات میں امام الزمان کے منکر کی کوئی ضمانت
 نہیں ہے لہذا اگر وہ مومن نہیں ہے تو کافر فرد ہے۔ لہذا حضرت خلیفۃ
 المسیح الثانی نے اپنے دعوے میں کیونکہ ہمارے نزدیک حضرت مرزا صاحب
 ہی امام الزمان اور مہدی دوران ہیں۔ لہذا حسب ارشاد نبی کریم صلعم
 لَمْ يَخْرِتِ اِمَامَ زَمَانِهِ فَقَدْ مَاتَ مَبْنًى اَلْجَاهِلِيَّةِ ہے۔ اگر
 شخص کو حضورؐ کے امام الزمان ہونے سے انکار ہے تو وہ ہمارے پاس
 اپنی تشفی کرا سکتا ہے۔

جس بغفلتاً تعالیٰ آج پورے ایک ماہ کی رات دن کی کدو کاوش
 بعد شیرازی صاحب کی تالیف کے جو اب سے ناریخ ہوا ہوں۔ میں امید کرتا
 کہ قارئین کرام کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد حق شناسی کا ثبوت دینے میں
 ذرا بھی تامل نہیں فرمائیں گے۔ والسلام

”ہم اپنا فرض و دستاویز کر کے ادا
اب بھی اگر نہ سمجھو تو سمجھائے گا خدا

دسیح موعودؑ

مراد الفیضت بود کیفیتہ۔ حوالہ بحسبہ اکریم و فرستیم

خاکسار محمد صدیق نانی

۲۰ ۱۱
۹۶

”تہذیب نساء“ مرآة الحق

زمانہ ظہور امام مہدی کی تعیین

میں اپنی تالیف ”مرآة الحق“ کو اپنی طرف سے مکمل کر کے مکرم مولوی محمد ابراہیم صاحب فاضل قادیان سے اس کے بیرون دفترہ ملاحظہ کروا کر کاتب صاحب کے سپرد کر چکا تھا کہ مکرم بالو محمد یونس صاحب پرنٹل امیر جماعتہائے احمدیہ جنہوں نے اپنی اس تجویز کا اظہار فرمایا کہ ”جہاں آپ نے اپنی تالیف میں معتزین کے مانہ نازہ اعتراضات کے مبسوط و مدلل جوابات دے کر مخالفین کو ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیا ہے وہاں اگر اس کے ساتھ ہی تمہارے طور پر صداقت مسیح موعودہ اور حضور علیہ السلام کی پیش گوئیوں پر مشتمل چند اوراق کا اضافہ کر دیا جاوے۔ تو خالی از فائدہ نہ ہوگا“

لہذا میں مکرم بالو صاحب موصوف کی اس ہمدردانہ تجویز کو مناسب حال سمجھتے ہوئے حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت پر چین پیش گوئیوں کو اختصاراً درج کرتا ہوں۔ دعا کریں کہ خدا تعالیٰ اس ناپہنچ کی اس کوشش کو بار آور کرے۔ اور بہت سے لوگوں کی ہدایت کا موجب بنے۔

سب سے اول محققین پر لازم آتا ہے کہ شارع عالم مخبر صادق حضرت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم و بزرگان سلف نے ظہور مسیح و مہدی کا کوئی زمانہ بھی تعیین فرمایا ہے؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو پھر یہ معلوم کرنا بھی ضروری ہے کہ زمانے کی تعیین کے مطابق جو دعویٰ بیدار کھڑے ہیں تو کیا بلحاظ ضرورت زمانہ دعویٰ بیدار کی تصدیق بھی ہوتی ہے یا نہیں؟ اسی کلیہ کے تحت بائیس سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب دہلی کے اپنے اس دعوے میں صادق ہونے کی کہ ”میں ہی مسیح موعود ہوں“ آنحضرت مسلم اور بزرگان سلف کے تعیین کردہ زمانہ کی روشنی میں پتہ چلے گا۔ پیشگوئیاں پیش کرتا ہوں۔ تا معلوم ہو کہ آپ کا دعویٰ بروقت اور تعیین شدہ زمانہ کے مطابق ہے جس کے لئے پہلے ہی دنیا نے اسلام نہایت بے تابی سے منتظر تھا۔

پہلی پیشگوئی | حنا پوچھ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مشہور حدیث ترمذی جلد دوم میں مرقوم ہے کہ :-
 ”خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ“

یعنی میری صدی تمام صدیوں سے بہتر ہے پھر ان کی جو ان کے نزدیک ہوں گے پھر جو ان کے نزدیک ہوں گے اور یہ تین صدیاں بنتی ہیں۔ ان کو ایک ہزار میں جمع کریں تو تیرہ سو سال بنتے ہیں اور حقیقت میں یہ حدیث شریف اس آئمہ کرمہ کی تشریح ہے کہ

”يَدُورُ الْأَمْرُ مِنَ السَّمَاءِ... الخ سورہ سجدہ، یعنی
 ”وہ اس امر اسلام کی تعبیر آسمان سے زمین کی طرف کرتا ہے
 پھر وہ اس کی طرف چورہ بائے گا۔ ایک دن میں جس کا اندازہ

ایک ہزار سال ہے اس سے جو تم گنتے ہو یہ پچھتر ہزار اور مائت کو جانے
و اسے رعد کی طرف سے ہے جو غالب رحم کرے والے ہے۔

اس آئیہ کریمہ میں صاف طور پر امر اسلام و ایمان کے ایک ہزار
برس تک حکم و مقررہ ذکر نے کارشاد ہے پھر اسلام پر مفسد آنے
کی طرف اشارہ ہے "وَمِنْ آيَاتِهِ" میں اشارہ ہے۔ اب اگر اس کے ساتھ
مدرجہ صدر حدیث کی تین صدیاں ملائی جائیں تو اس پستح وئی کے تحت
تیس صدیوں تک منزل آفا شروع ہو گا اور وہ اندرونی اور برونی
ففتوئی کا تختہ مشق بنا رہے گا۔ پھر عالم الغیب خدا اس کی مفسر و مبین کی
تہدیر کرے گا۔

پہلی نچو اہل تشیع کی معتبر کتاب غایۃ المقصود جلد
دوسری پیشگوئی | دوم صفحہ ۸۱ پر آیت قرآنی "وَأَنذَرْتُكَ
عَذَابَ دَرَبِكِ كَمَا نَفَخْنَا فِي مَعَنَتِكَ رُوحَ الْقُدُسِ لِيُخَوِّفَ لِقَاءَ رَبِّكَ
بَعْضَ مَا فِي قُلُوبِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يُذَكَّرُونَ" کی تشریح
میں بعض مفسرین کا قول یوں درج ہے کہ

"مراد از ہزار سال انشا اللہ تعالیٰ قوت سلطان
شرعیہ است تا مقام شدن ہزارہ انگاہ شروع میکند
در اضمحلال تا آخر میگردد و درین عزیزین چنانچہ در ابتدائے
بودن و شروع شدہ اول این اضمحلال از گذشتن سی سال
از قرن یا زویم و درال وقت متزقب است نمود
مہدی علیہ السلام"

یعنی ایک ہزار سال سے مراد شریعت کے قلبہ کی قوت ہے ایک
ہزار سال گذرنے پر دین اسلام میں کمزوری آئی شروع ہو گئی

یہاں تک کہ آخر کار بہت کمزور اور غریب ہو جائے گا اور اس کمزوری کی ابتداء گیارہویں صدی سے تیس سال گزرنے پر شروع ہوگی اس وقت سے مہدی علیہ السلام کے مجوس ہونے کا انتظار شروع ہوگا۔
تیسری پیش گوئی | صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

مَا لَأَيَاتُ بَعْدَ الْمِائَتَيْنِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ شَكْوَاهُ بَابِ السَّاعَةِ

یعنی نشانات دو سال بعد ظاہر ہونگے۔ اس حدیث شریف کی تشریح میں حضرت علا علی تازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ
 "وَيَكُونُ أَتَى يَكُونُ الْآمَ بَعْدَ الْمِائَتَيْنِ بَعْدَ الْأَلْفِ وَهُوَ وَتُ ظَهْرُ الْمُهْدِيِّ"
 (مرآة شرح مشکوٰۃ بر حاشیہ صفحہ ۲۷۱)

کہ ائمتین کے لفظ پر جو کوئی ہے اسے مد نظر رکھتے ہوئے اس کے یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ ایک ہزار برس کے بعد دو سو سال گزرنے پر نشانات ظاہر ہوں گے اور یہی مہدی کے ظاہر ہونے کا وقت ہے۔ یعنی تیرھویں صدی میں مہدی کا ظہور ہوگا۔ چنانچہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب نادانی علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ۱۲۹۱ھ میں چودھویں صدی کا سر ہے مکالمہ و مخاطبہ کا شرف حاصل ہوا۔ کیونکہ منصب مہدویت کے علاوہ آپ ہی چودھویں صدی کے مجدد بھی ہیں۔ جیسا کہ متعدد روایات سے ظاہر ہے۔

چوتھی پیش گوئی | کتاب معجرا کہ ۱۲۹۱ھ یعنی مہدی دلت علیہ السلام

کے ظہور کے ساتھ ہی تالیف ہوئی ہے اس میں نواب صدیق حسن خاں
مصاحب آف بھوبال نے بھی دو سو سال بعد نشانات ظاہر ہونے والی
مختلف حدیثیں نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

”مراد بایں دو صد سال از الف ہجرت بو و چونکہ بعض از
اہل علم تاویل ظہورہ الآیات بعد المائتین پھینس کردہ
اند“ ریح الکرامہ صفحہ ۳۹۳

یعنی وہ صد سال سے مراد ہجرت کے ایک ہزار سال بعد
کہا ہے جیسا کہ بعض اہل علم نے اس حدیث ”بعد المائتین“
کی تشریح میں یہی کہا ہے۔“

پانچویں پشت گوئی | پھر اسی بیچ الکرامہ کے صفحہ ۵۲ پر مرقوم ہے کہ :-
”و برہر تقدیر ظہور ہمدی بر صد آئندہ
استمال قوی وارد“

یعنی براندازے کے مطابق ہمدی کے چودہویں کے سر پر
ظاہر ہونے کا قوی احتمال ہے ”چنانچہ بفضل تعالیٰ ایسا
ی وقوع میں آیا۔ مگر اسوں کہ اکثر لوگوں نے اس کو شناخت
نہیں کیا۔ اس کی مزید تصدیق اسی کتاب میں بدی الفاظ آگے
پہل کرتی ہے کہ ۔

رب) ”و برہر سمانہ چہا ز دہم کہ وہ سال کامل آزا باقی است اگر ظہور
ہمدی و نزول میں صورت گرفت پس ایشان محدود مجتہد
باشند یعنی چودہویں ہمدی کے سر پر جس کے آنے میں ابھی
کامل دس سال باقی ہیں اگر ہمدی وسیع کا ظہور و نزول ہو گیا

تو وہی مجدد و مہتر ہوں گے۔ پھر اپنے اہل بیان پر حضرت
مشائخ اسلام و اہل علم اصحابِ کئی پشت کو بیوں کا حوالہ دیتے
ہوئے فرماتے ہیں کہ

(ج) ”بعض از مشائخ اہل علم گفتہ کہ خروج اولجد و از وہ
صدسال از ہجرت می شود۔ انہ پنزدہ صدتجا و زترہ کند“

(در صفحہ ۲۹۳)

یعنی بعض مشائخ ہیں اور اہل علم نے کہا ہے کہ حضرت ہدی علیہ
السلام کا خروج بارہ سو سال ہجرت کے بعد ہوگا اور تیرہ سو
سال سے تخمیناً نہیں کرے گا۔

بلکہ حضرت نواب صاحب موصوف کو ان بزرگانِ سلف و مشائخ
دین میں کے اقوال پر اس قدر یقین تھا کہ انہوں نے اپنی اس
کتاب ص ۲۲۹ میں یہاں تک لکھ دیا کہ

(د) ”ایں بندہ حرص تمام دارد۔ کہ اگر زمانہ حضرت روح اللہ سلام اللہ

علیہ را در یابم اول کے کہ ابلاغ سلام نبوی کند من باشم“

یعنی یہ بندہ بڑی خواہش رکھتا ہے کہ اگر میں حضرت روح اللہ علیہ
السلام کا زمانہ پاؤں تو پہلا شخص جو حضرت صلعم کا سلام انہیں پہنچائے۔

میں ہوں“

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمت اللہ
چھی پیشگوئی | علیہ نے حضرت امام ہدی کے ظہور کی تاریخ لفظ چرخ

دین سے نکالی ہے جو ذیل میں درج کی جاتی ہے چنانچہ لکھا ہے کہ ”گویند
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تاریخ ظہور اودر لفظ چرخ دین یافتہ بحساب

حاصل عدد سے ایک ہزار و صد و شصت و ہشت میثودہ

راجحی الکرامہ صفحہ ۳۹۴

چنانچہ تاریخ الافاق کے عدد کے حساب سے بارہ سو اٹھاسٹھ برس
متی ہے یعنی تیری صدی کا آخر اور چودھویں صدی کا تقریباً سر ہوتا ہے۔

پھر مرقوم ہے کہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی درسیف
سالوں پیشگوئی | مسلول گفتہ ظہور و بطن و تخمین علماء ظاہر و

باطن در اوائل صدی سیزدہم از ہجرت گفتہ اند۔ (رد صفحہ ۴۹)

یعنی قاضی ثناء اللہ صاحب، پانی پتی نے اپنی کتاب سیف مسلول
میں فرمایا ہے کہ امام ہدی کا ظہور علماء ظاہر و باطن کے اندازہ اور خیال
کے مطابق تیری صدی کی ابتداء ہے۔

آٹھویں پیشگوئی | النجم الثاقب میں علامہ عبد الغفور صاحب ایک حدیث
نقل کرتے ہیں جس میں آئینوالے موعود کا زمانہ بارہوا

سو چالیس برس گزرنے کے بعد مذکورہ حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں!!

مَوْحَدٌ حُنَّ يَفْعَهُ ابْنِ يَمَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَضَتْ أَلْفٌ وَ

مِائَتَانِ وَأَرْبَعُونَ سَنَةً يَبْعَثُ اللَّهُ الْمَهْدِيَّ

النجم الثاقب جلد ۲ ص ۲۰۹

یعنی خدیفہ بن یمان سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا۔ جب ۱۲۴۰ برس بعد ہجرت انکھڑ جائیں گے۔ تب اللہ تعالیٰ
حضرت امام ہدیؑ کو بھیجے گا۔

نوہی پیشگوئی | حافظ برخور دار صاحب مشہور اہل اللہ عالم حدیث و فقہ

اپنی مشہور کتاب "النوارخ" میں فرماتے ہیں کہ

"کتاب آلب نزار دسے گزرے تو دسے سو سال

ظاہر ہو گیا کسی عدل کسالی"

اور عین فی احوال المہدیین مصنفہ حضرت سید امین
صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ ۱۳۶۵ھ

دوسری پیشگوئی

کے آخر میں لکھا ہے کہ

"اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے اثنا عشریہ

میں لکھا ہے کہ بعد بارہاں سو ہجری کے حضرت ہدی کا

انتظار چاہیے اور شروع صدی میں حضرت کی پیدائش

ہے"

گیارہویں پیشگوئی | مولوی حکیم محمد حسن صاحب مرحوم رئیس امرتسر نے
بھی کیا آلب درتہ ۵۵ھ

میں ہدی علیہ السلام کے آنے کا زمانہ سن ۳۰ھ لکھا ہے۔

اولہ ابوالخیر نواب نور الحسن خان صاحب ابن نواب
بارہویں پیشگوئی | مولوی صدیق حسن خاں صاحب مرحوم "اتقرب

الساخۃ ص ۲۲۱ میں لکھتے ہیں کہ

"اب جو دھویں صدی ہمارے کہ یہ آئی ہے اس صافی

ہے اس کتاب کو لکھنے تک چھ بیسے گزر چکے ہیں یہ ثابت

اندھا لے اپنا فضل و عدل اور رستم دکھ فرمائے پناہ

پچھ برس کے اندر ہدی ظاہر ہو جاویں گے۔
اسی طرح امت محمدیہ کے بہت سے مشائخ ادنیاء اور محقق علماء

قرآن مجید و امامیہ نبویہ اپنے کثوت وغیرہ پر غور کر کے اسکی نتیجہ پر پہنچے تھے کہ مسیح موعودؑ و امام مہدیؑ کا ظہور تیرھویں صدی میں اور زیادہ سے زیادہ چوبیسویں صدی کے سر پر ہوگا اور اسی زمانے میں بعض لوگوں نے مہدی و مسیح موعودؑ کے پیدا ہونے کی خوشخبری بھی دی ہے۔

ایک بزرگ گلاب شاہ | چنانچہ جمال پورہ لدھیانہ کے ایک بزرگ گلاب شاہ نامی ہیں جن کے خوارق، اپنے علاقہ میں بہت مشہور نامی کا انکشاف | ہیں مولف "عرفان الحق" سے ازراہ عنادت ان پر

بھی پچھتاڑائی ہے، انہوں نے بھی چند لوگوں کے سامنے اپنا یہ کشف بیان کیا تھا جن میں سے ایک کریم بخش نامی پرچیز کار موعود مہر سفید ریش نے حضرت مسیح موعودؑ کے روبرو نہایت جوش و رغبت سے چشم پر آہ ہو کر کسی جگہ پر کہا۔ چودھویں صدی سے کل آٹھ برس گذرے ہوئے تھے یہ گواہی دی

"عبد رب گلاب شاہ نے آج سے تیس برس پہلے جبکہ سعادت کو عمر میں سال کی ہوگی جسے سعادت نے دعویٰ بھی نہیں کیا تھا، یہ خبر دی تھی کہ عیسیٰؑ جو آئے والا تھا وہ تو پیدا ہو گیا ہے اور وہ تادیان میں ہے" بلکہ یہاں تک فرمایا کہ "وہ جھیلی تفسیروں کا جھوٹ ہونا ثابت کرے گا تب اس پر بڑا شور ہوگا اور تم دیکھو گے کہ مولوی لوگ کیسا شور مچائیں گے۔" تفصیل کے لئے دیکھو نشان اسمانی ص ۲۱

گوئیے والے بزرگ صاحب | اسی طرح ان بڑے بزرگوں میں سے ایک

کا انکشاف | حضرت: مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کے

پیر و مرشد حضرت صاحب کوٹھے والے بزرگ میں جن کے متعلق مولوی حمید اللہ صاحب ملائے سوات نے لکھا ہے کہ

”میں خدا تکالے کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ حضرت صاحب کوٹھے والے ایک دو سال اپنی وفات سے پہلے ۱۲۹۴ھ یا ۱۲۹۳ھ میں اپنے چند خواص میں بیٹھے ہوئے تھے اور ہر ایک معارف و المرار میں گفتگو شروع تھی ناگاہ ممدی مہمود کا تذکرہ درمیان میں آگیا تو فرمانے لگے کہ

”چہ مہدی پیدا شوئی دے اے وقت و ظہور ندے“

یعنی مہدی پیدا ہو گیا ہے ممکن البھی ظاہر نہیں ہوا۔ اس کے بعد حضرت موصوف نے مسلخ ذی الحجہ ۱۲۹۳ھ میں وفات پائی۔ (تخفہ گور و ریاست ۲۵ و ۲۸)

پیر صاحب العلم جھنڈے والے کا انکشاف	سیدہ اسمعیل ادم صاحب کبھی نے ۱۸۹۵ء
	یا ۱۸۹۶ء میں اردو اخبارات میں حضرت
	سیح موعود علیہ السلام کا تذکرہ پڑھ کر پیر

جھنڈے والے صاحب سے بذریعہ خط علقاً استفسار کیا کہ یہ مرزا غلام احمد صاحب تادیابی ممدی مہدویت و مسیحیت اپنے دعوے میں عاقد ہیں۔

یا کیا ذب؟ پیر صاحب نے تحریر کی جواب دیا جس کا مفہوم یوں ہے کہ

(۱) ”بجالت کشف میں نے آنحضرت صلعم کو دیکھا تو سوال کیا کہ یا مضر

یہ شخص مرزا غلام احمد کون ہے؟ تو آپ نے جواب دیا اڑ ما است

(یعنی ہماری طرف سے ہے)

(۲) ایک دن خواب میں ہم نے آنحضرت صلعم کو دیکھا تو ہم نے سوال کیا کہ حضور! مولو بوں نے اس شخص پر کفر کے فتوے لگائے ہیں

اور اس کو جھڈاتے ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا۔
 ”در عشق ما دیوانہ شدہ است“

(۲) اسی طرح فرمایا کہ ہم اپنے خاندانی و سلسلہ کے دستور کے مطابق
 ایک دن جب ہجرت بڑھ کر کوٹ پر لے گئے تو کچھ غنودگی طاری ہوئی اور
 آنحضرت صلعم تشریف فرما ہوئے تو ہم نے آپ کا دامن پکڑ کر عرض
 کی کہ یا رسول اللہ اب تو ہندوستان چھوڑ عرب کے علماء بھی کفر
 کے فتوے دیدیئے ہیں۔ تو آپ نے بڑے جلال میں تین بار دہرا کر
 فرمایا کہ ”هُوَ صَادِقٌ - هُوَ صَادِقٌ - هُوَ صَادِقٌ“ یعنی وہ
 سچا ہے۔ وہ سچا ہے۔ وہ سچا ہے۔

یاد رہے کہ اُس وقت پیر صاحب موصوف کے کاٹھیا وار۔ اور بمبئی
 میں دو لاکھ مرید تھے۔

اگرچہ اس قسم کی پیشگوئیوں اور شواہد و کشف سے کتب و سیر بھری
 پڑھی ہیں جن کے اظہار کی اس رسالہ میں گنجائش نہیں ہے تاہم مشت از
 خردوارے کے نمونہ پر میں نے صرف بارہ پیشگوئیاں اور تین بڑے
 بزرگوں کی شہادتیں درج کر دی ہیں۔ ان کی روشنی میں کوئی سعادتمند
 شخص تبیین زمانہ کے اعتبار سے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؒ
 کی صداقت کے انکار کی جسارت نہیں کر سکتا۔ الا ازلی بد بخت ہی جملہ
 پیشگوئیوں کو پس پشت ڈال کر ابوہل کی متابعت کا ثبوت دے کر
 حسر الدنیا و الآخرة کا اپنے آپ کو مصداق ٹھہرا سکتا ہے۔ کیونکہ مندرجہ
 صدر حوالجات سے نمایاں طور پر ثابت ہوتا ہے کہ ظہور مجددی علیہ السلام
 کا آخری زمانہ تیرھویں صدی کی انتہا ہے بلکہ بعض اقوال سے تیرہویں

صدی میں ہدیٰ کی پیدائش اور دعویٰ ثابت ہے۔
 تاریخ پیدائش | چنانچہ ظاہر ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی
 ودعویٰ ہدیٰ زمان | علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش بمقام قادیان بروز
 جمعۃ المبارک ۱۴ شوال ۱۲۵۵ھ مطابق ۱۳ فروری
 ۱۸۳۵ء ظہور میں آئی۔ سے اور یوم پیدائش سے پورے چالیس سال بعد
 سنت انبیاء علیہم السلام کے مطابق ۱۲۹ھ کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی
 طرف سے شرف مکالمہ و مخاطبہ شروع ہوا۔ جیسا کہ حضور کا خود ارشاد
 ہے کہ

”یہ عجیب امر ہے اور میں اس کو خدا تعالیٰ کا ایک نشان
 سمجھتا ہوں کہ تمہیک ۱۲۹ھ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے
 یہ عاجز شرف مکالمہ و مخاطبہ پہنچا تھا۔“ (حقیقۃ الوحی ص ۱۹)
 اور یہ دانیال نبی کی اس پیش گوئی کے عین مطابق ہے!

”اے دانی ایل تو اپنی راہ چلا جا۔ کہ یہ باتیں آخر کے وقت
 تک سر نہ مہر رہیں گی۔ اور بہت لوگ پاک کے جائینگے۔
 اور انہما نے جائیں گے۔ تین
 شریک شراکت کریں گے اور شریروں میں سے کوئی
 نہ سمجھے گا پر دانشور سمجھیں گے اور جس وقت سے دائمی
 قربانی موقوف کی جائے گی..... ایک ہزار دو سو
 نوے دن ہوں گے۔ مبارک وہ جو انتظار کرتا ہے اور
 ایک ہزار تین سو پینس روزہ تک لکے ہے۔“

دانی ایل باب ۱۲- آیت ۹ تا ۱۲)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ :-
 "جب میری عمر چالیس برس تک پہنچی تو خدا تعالیٰ نے
 مجھے اپنے الہام اور کلام سے مشرف کیا۔" (تبیاق القلوب ص ۶۸)
 پس یہی وہ زمانہ تھا جس میں نوشتہ تقدیر نے روزِ اول سے ہی
 ایک عظیم الشان مامور کی بعثت قرار دی تھی۔ پس اسی کے
 مطابق عین وقت پر حضرت مرزا غلام احمد صاحب تادیالی نے سرزمینِ قادیان
 سے نہایت ہی بے کسی و بے بسی کے عالم میں مکالمہ الہیہ کا دعویٰ طرما کر
 دنیا کے کناروں تک اپنے پیش کردہ حقیقی اسلام کو شہرت دی اور
 تو لا دھلا اپنے اس دعویٰ پر مہرِ ثبوت کر دی کہ "میں ہی وہ مسیح موعود و مہدی
 معبود ہوں" جس کا ذکر قرآن و احادیث میں ہے اور جو پیش گوئیاں انبیاء
 کرام و بزرگانِ سلف سے ظہور میں آئی ہیں وہ میری صداقت کے لئے دلالت
 جیسا کہ حضرت مسیح موعود کا ارشادِ گرامی ہے کہ:

"خدا کے مامورین کے آنے کے بھی ایک موسم ہوتے ہیں اور
 پھر جانے کے لئے بھی ایک موسم۔ میں یقیناً سمجھوں کہ میں نہ بے
 موسم آیا ہوں اور نہ بے موسم جاؤں گا۔ خدا سے مت لرزو۔
 یہ تمہارا کام نہیں کہ مجھے تباہ کر دو" (تحفہ گوڑو یہ ص ۳۱)

پھر ارشاد فرمایا ہے

وقت تھا وقتِ سیحانہ کسی اور وقت
 میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا۔ مسیح موعود
 چنانچہ جب حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد صاحب تادیالی نے

۱۸۸۹ء میں حکیم الہی لوگوں سے بیعت لینا شروع کی تو آپ سے بیعت کرنے والوں کی شدید مخالفت ہوئی۔ مگر ان کی استقامت میں کوئی بھی فرق نہیں آیا۔ اور فرق بھی کیسے آتا، جبکہ قرآن مجید انبیاء اور ان کے معتقدین کی مخالفت کے واقعات سے بھرا پڑا ہے۔ بلکہ حضرت محی الدین ابن عربیؒ کی اس پیشگوئی کہ

وَإِذَا خَرَجَ هَذَا الْأَمَامُ الْمُتَهَيَّنُّ عَلَى فُلَيْسَ فَمَا عَطَّزُ
مِبَيْنُ إِلَّا الْفُقَهَاءُ خَاصَّةً۔

کہ جب امام مہدی نکل کھڑے ہوں گے تو سوائے غلام کے ان کا کوئی کھلم کھلا دشمن نہیں ہوگا۔ رفتوحات کبیرہ جلد ۳ صفحہ ۷۳

اکثر علماء کہلانے والوں نے حضرت یحییٰ موعودؑ اور ان کے معتقدین کے خلاف حد سے زیادہ سنگامہ برپا کیا۔ ان بے چاروں پر مصائب کے نازلے آئے۔ اور حوادث کی آندھیاں چلیں مگر وہ آپ غیر متزلزل مضبوط پٹان کی طرح ثابت قدم رہے۔ قوموں نے ان سے ہنسنا اور کھٹکنا بعض کو نہایت بے دردی سے شہید کیا گیا۔ بعض کا بائیکاٹ کیا گیا۔ بعض کو سر بازار برفود کو بکھا گیا اور بعض پر چھوٹے مقدمات بنائے گئے۔ بعض کی پولیو کو مطلقہ قرار دے کر ان کی دوسری جگہ شادیاں کرائی گئیں۔ بعض کو قبرستانوں میں دفن کئے جانے سے انکار کیا گیا۔ بلکہ بعض احمدی بچوں کو دفن نہیں کرنے دیا گیا۔ غرض کوئی ایسا حربہ نہ رہا جو پہلے زمانوں میں مخالفین سختی سے سچوں کے مقابلہ میں استعمال کیا اور وہ بالی سلسلہ احمدیہ اور ان کے ماننے والوں کے خلاف استعمال نہ کیا گیا ہو۔ مگر مخالفین کے شدید مظالم کے

باز وجود جماعت اللہ تعالیٰ کے فاعل سے ترقی کی شاہراہ پر گامزن رہی اور
مثب و سوز ترقی کر فدیہ جاری ہے

چنانچہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہزار ہا پیشگوئیوں میں سے
صرف دو پیشگوئیاں کا اس موقع پر ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں جو حضرت
مسیح موعود کے عزت و اقبال اور دشمن کی ناکامی و نامرادی اور آپ
کی ذریت اور آپ کی جماعت کی ترقی سے متعلق ہیں۔

پہلی پیشگوئی | حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چالیس دن تک ہزاروں
میں اللہ تعالیٰ کے حضور نہایت عاجزی اور تشریح سے
دعا میں کیس اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاؤں کو قبولیت کا جامہ پہنانے
ہوئے آپ کو پسر موعود کی خبر دی جس کی نسبت فرمایا کہ
” وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور تو میں
اُس سے برکت پائیں گی“

یہ پیشگوئی حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وجود مسعود میں پوری ہوئی ہے جو محتاج تشریح
نہیں ہے لیکن اِس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کی فتح اور آپ
کے ظہور اور آپ کے دشمنوں کے تزلزل اور انحطاط اور ناکامی و نامرادی
اور آپ کی نسل کے بکثرت ہونے اور آپ کے دشمن رشتہ داروں کے
مقطوع النسل ہونے کا روبرو دست پیشگوئیاں فرمائیں چنانچہ اللہ تعالیٰ
نے آپ کو بشارت دیکر فرمایا کہ

” تیری نسل بہت ہوگی اور میں تیری ذریت کو بڑھاؤں گا

اور برکت دوں گا مگر بعض ان میں سے کم شماری میں
 فوت بھی ہوں گے اور تیری نسل کثرت سے ملکوں میں
 پھیل جائے گی اور ہر ایک شاخ تیرے جدی بھائیوں
 کی کافی جائے گی اور وہ جلد لا ولد رہ کر ختم ہو جائیں گے
 اور اگر وہ توبہ نہ کریں گے تو خدا ان پر بلا پر بلا نازل کرے گا
 یہاں تک کہ وہ نابود ہو جائیں گے اور ان کی دیواروں پر
 غضب نازل ہوگا۔ لیکن اگر وہ رجوع کریں گے تو خدا رحم
 کے ساتھ رجوع کرے گا۔ خدا تیری برکتیں ارد گرد پھیلا
 دے گا۔“

دوسری پیشگوئی حضور کے
 عزت و انبیا کے متعلق

”تیری ذریت منقطع نہ ہوگی اور
 آخری دنوں تک سرسبز رہے گی
 خدا تیرے نام کو اس روز تک جو
 دنیا منقطع ہو جائے عزت کے ساتھ قائم رکھے گا۔ اور تیری
 دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا۔ میں تجھے
 اٹھاؤں گا اپنی طرف بلاؤں گا پر تیرا نام صفحہ زمین سے
 کبھی نہیں اٹھے اور ایسا ہوگا کہ سب لوگ جو تیری ذلت
 کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اور تیرے ناکام رہنے کے
 درپے ہیں اور تیرے نابود کرنے کے خیال میں ہیں۔
 وہ خود ناکام رہیں گے اور ناکامی و نامرادی میں مرتبے
 لیکن خدا تجھے بکلی کامیاب کرے گا اور تیری ساری ملامتوں
 تجھے دے گا۔ میں تیرے خالص اور دلی عقبتوں کا گروہ بھی

بڑھاؤں گا۔ اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں
 گا اور ان میں برکت بخشوں گا۔ اور وہ مسلمانوں کے اس
 دوسرے گروہ پر تا بروز قیامت غالب رہیں گے جو حاضر
 اور معاندوں کا گروہ ہے خدا انہیں نہیں بھولے گا اور
 فراموش نہیں کرے گا۔ اور وہ غلی حرب الاغلاص اپنا اپنا
 اجر پائیں گے..... اور وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ
 خدا باؤش ہوں اور امیروں کے دیوں میں تیری محبت
 ڈالے گا یہاں تک کہ وہ تیرے کپڑوں سے برکت
 ڈھونڈیں گے۔

اے منکر و با اور حق کے مخالفو! اگر تم میرے
 بندے کی نسبت شک میں ہو۔ اگر تمہیں اس فضل و
 احسان سے کچھ انکار ہے جو تم نے اے بندے پر کیا تو
 اس نشان رحمت کی مانند تم بھی اپنی نسبت کوئی سچا
 نشان پیش کرو۔ اگر تم سچے ہو۔ اور اگر تم پیش نہ کر سکو اور
 یاد رکھو کہ ہرگز پیش نہ کر سکو گے تو اس آہگ سے ڈرو کہ
 جو ناقراؤں اور جھوٹوں اور حد سے بڑھے والوں کے
 لئے تیار ہے۔

(تذکرہ صفحہ ۱۲۵-۱۲۶)

یہ وہ پیشگوئیاں ہیں جو ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں
 آپ نے شائع فرمائی ہیں نیز قصیدہ اخبار "ریاض ہند" مورخہ یکم جنوری ۱۸۸۶ء
 میں بھی شائع ہوئی یا درج ہے ۱۸۸۶ء وہ زمانہ ہے جب کہ آپ کو نہایت

موجود ہونے کا دعوے تھا اور نہ مہدی ہونے کا اور نہ ہی آپ نے
 نے بیعت لینے کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ بلکہ اس وقت آپ ابھی
 زادیہ گنتامی میں ہی تھے۔ مگر یہ پیشگوئیاں جو امور غیبیہ پر
 مشتمل تھیں اپنے اپنے وقت پر پوری ہوئیں ان پیشگوئیوں کے نتیجہ
 میں خدا تعالیٰ نے آپ کو ذریت بھی عطا فرمائی۔ اور بعض پیشگوئی
 کے مطابق کم عمری میں فوت بھی ہوئے۔ اور آپ کے باقی بیٹوں اور
 بیٹیوں کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے اس قدر برکت دی کہ اب ان کی
 تعداد تقریباً تین صد نفوس تک ہے۔ احمد شد علی ذالک
 پھر آپ کے جدی بھائی جو اس وقت ایک خاص تھا وہیں
 تھے اور آپ کے دعوے البام وغیرہ کے منکر اور سخت دشمن تھے۔
 وہ بھی پیشگوئی کے مطابق منقطع النسل ہو گئے۔ اور آئندہ کے
 لئے ان کی نسل کا خاتمہ ہو گیا صرف ان میں سے ایک لڑکے نے رجوع
 الی الحق کیا اور سلسلہ میں داخل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پیشگوئی
 کے مطابق اس پر رحم کیا اور صرف اس کی اولاد چلی۔ اور پھر اسی
 پیشگوئی کے مطابق آپ کی جماعت کو خدا تعالیٰ نے دن دو گنی اور
 رات چو گنی ترقی بھی دی۔ حتیٰ کہ اس وقت حضور کی جماعت کا اکٹنا
 عالم تک لاکھوں کی تعداد میں پھیل گئی ہے جس کا انکار ناممکن ہے۔ پھر
 مخالفوں کی ناکامی و ناکامی کی پیشگوئی کے نتیجہ میں بھی خدا تعالیٰ
 نے اپنے کئے ہوئے مواعید کا پایہ برکتے ہوئے حضرت سید موحود اور
 آپ کی جماعت کو شایان شان کامیابی عطا فرمائی۔ چنانچہ معنی لغت
 نے ۱۸۸۹ء سے جبکہ حضور نے بارشاد الہی بیعت یعنی شروع کی۔

محفوظ کے خلاف حد سے زیادہ سنگامہ آرائی اور سرزہ سرائی
 توڑ پھوڑ و صیغہ گامشتی وغیرہ ہر قسم کے ناپاک حربات کا برملا آغاز
 کیا۔ جیسا کہ میں پہلے عرض کر آیا ہوں کہ مخالفین نے کس قدر مخالفت
 میں شدت اختیار کی تھی۔ چنانچہ ۱۸۹۱ء میں جب حضرت مسیح موعود
 علیہ السلام نے مسیح اور مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تو مولوی محمد حسین
 صاحب بٹالوی نے ایک فتویٰ کفر تیار کیا۔ پھر شہر بہ شہر پھر کر
 سارے پنجاب اور ہندوستان کے علماء کے اس پر تصدیقی
 دستخط کروائے اور پھر اسے اپنے رسالہ اشاعت السنہ میں شائع
 کیا جس کے نتیجے میں ہر جگہ احمدیوں پر مظالم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور
 غمہ عیانت تنگ کیا گیا۔ آخر خدائے تعالیٰ نے اپنے نامور کے خلاف
 بٹالوی کی کرشمہ سازی کو اس قدر ننگا کیا کہ اس کی اولاد ذکور و
 اناث کچھ تو اکر یہ ہوئے اور کچھ عیسائی بنے اور اسی طرح سے خدائے تعالیٰ
 کی وحی "اِحْتِصَانِ مَن اَرَادَ اَعَانَتَكَ" کا بٹالوی پورا مصداق بنا۔
 اور غائب و خاسر ہو کر اس دنیا سے کوچ کر گیا۔ تفصیل کے لئے
 دوست بٹالوی کا انجام ملاحظہ فرمائیں۔

پڑھو کہ ہر وقت جماعت ابھی ابتدائی حالت میں تھی۔ بلکہ ۱۸۹۱ء کے
 جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والوں کی تعداد صرف ۷۵ تھی۔ پھر یہ
 تعداد بڑھتے بڑھتے ہزاروں تک پہنچ گئی۔ چنانچہ ماہِ زواں یعنی
 ۱۲ جنوری ۱۹۶۷ء کے ریڈیو پاکستان کی اطلاع کے مطابق ربوہ کے
 جلسہ سالانہ پر نو سو تیس ہزار نفوس نکال جلسہ ہوئے ہیں۔ جو حضرت مسیح موعود

غلیہ السلام کے اس مبارک الہام کی صداقت کا زندہ نشان ہے کہ
 يَا بَيْتَكَ مِنْ حَيْثُ نَفِيْتُمْ عَيْبِيْكُمْ وَيَا لَتَوْنِ مَبْنِ حَيْثُ نَفِيْتُمْ عَيْبِيْكُمْ
 کہ دور دور سے تیرے پاس تھائف آئیں گے اور دور دور سے
 لوگ تیرے پاس آئیں گے جتنا کچھ اس وقت تک بفضل تباری اسی طرح
 سے ظہور میں آتا رہا ہے کہ ہندو پاکستان کے علاوہ یورپین ممالک
 دہلا و غریبہ سے ہزاروں ہزارین خدا تعالیٰ کے مبعوث کردہ مامور و
 مسیحوں کے قائم کردہ جلسہ سالانہ پر والہانہ طور پر یاد جو اپنے ہنگامہ نزدیک
 و تمدنی اختلافات کے اور لباس و زبان کی امتلائی نیرنگیوں سے
 مرشار ہو کر تشریف لاکر لائے اجمیت کے سایہ میں یکجان ہو کر
 محظوظیت حاصل کرتے ہیں۔ اور یہی وہ نشان صداقت ہے جو مخالفین
 کی خود مصلحتوں پر پانی پھیر دیتا ہے۔ جیسا کہ سید عطار اللہ شاہ بخاری
 جیسے معاند نے ۱۹۲۲ء میں اپنی نام نہاد تبلیغی کانفرنس سقندہ قادیان
 میں کہا تھا کہ

”بس کی بھیڑو! تم سے کسی کا ٹکراؤ نہیں ہوا جس سے اب
 سابقہ ہوا ہے یہ مجلس احرار ہے اس نے تم کو ٹکڑے
 ٹکڑے ٹکڑے کر دینا ہے۔“

اسی طرح سیالکوٹ رام تلافی کے جلسہ میں ۱۹ مئی ۱۹۳۵ء کو
 شکرانہ لہجہ میں یہ اعلان کیا کہ

”مرزائیت کے مقابلہ کے لئے بہت سے لوگ اٹھے۔
 لیکن خدا کو ہی منظور تھا کہ وہ میرے ہی ہاتھوں تباہ ہو۔“
 سوانح حیات سید عطار اللہ شاہ بخاری مطبوعہ جون ۱۹۲۱ء

اب دیکھو اور غور کرو کہ کیا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی یہ
تعلیمانہ پیشگوئی سچی نکلی؟ کیا جماعت احمدیہ اُن کے ہاتھ سے مٹ
گئی؟ نہیں ہرگز نہیں بلکہ وہ بذاتِ خود ہی اس دُنیا سے ناکام و
لے نیل و مرآم گذر گئے۔ اور زمانہ با آواز بلند اُن کی خود ساختہ
پیشگوئی کو باطل قرار دے رہا ہے اور دنیا کا پریس سسٹم
جس میں جماعت احمدیہ کے ہر ملک میں پھیل جانے کا ذکر ہوتا ہے
اس پیشگوئی کے باطل ہونے پر گواہ ہے بلکہ برعکس اس کے خدا
تعالیٰ نے اس زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ کے ہوئے
وعدہ کے مطابق کہ

”بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈھینگے“

(تذکرہ صفحہ ۹)

کے ماتحت حال ہی میں ایسے نئے آزاد شدہ ملک گیمبیا کا صدر مملکت
بھی احمدی ہی کو مقرر نہ کیا گیا۔ مخالف و معاند کو اپنی بے جا تعلیموں کی
وجہ سے حیران و پشیمان کر دیا ہے۔ الحمد للہ نئی ذالک۔
پس یقین جانئے کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا وجود خدا تعالیٰ کی
ہستی کا زندہ نشان ہے جسکی بنیاد خدا تعالیٰ نے وقت پر اپنے ہاتھ
سے رکھی ہے اور اُس وقت کی تعیین مذاہب عالم کی تحریرات میں ہے کہ چونکہ
مذاہب عالم کی مدد سے بھی اسی زمانہ میں ایک مامور و مرسل کا آنا ضروری
تھا جو دنیا والوں کی اصلاح کا موجب ہوتا۔ چنانچہ بائبل کا بیان کردہ
وقت ۱۲۹ ہجری سے ۱۳۳۵ ہجری تک ہے روائی ایل باب ۱۲ آیت

(۱۲۶۹)

ہندوؤں کی تحریرات میں بیان کردہ وقت ۱۹۰۰ء ہے
 دیکھو ٹریبون اخبار ۸ جولائی ۱۹۰۹ء، نیز چیتاؤنی صفحہ ۲۰۱
 اسلام قرآن مجید و احادیث نبویہ و بزرگان امت کا بیان کردہ
 وقت ۱۳۰۰ھ ہجری کی آخری ہے۔

ہندوؤں کی تحریرات کی زد سے آنے والے کی
 انتظار ایک طے غصہ سے آخری حد ۱۹۲۴ء اوتار لینے اور
 یکم اگست ۱۹۲۳ء میں ظہور ہے رچیتاؤنی صفحہ ۸ و ۱۰
 سکھ گورو صاحبان کے نزدیک ۱۸۷۸ء سے ۱۸۹۶ء کا
 زمانہ قرار دیا گیا ہے۔ رتوار تیغ گورو خالعدہ صفحہ ۱۶۴

پس قارئین گرام از راہ انصاف غور کریں۔ کہ کیا یہ وہی
 زمانہ اور وقت نہیں تھا۔ جن میں ایک مامرد من اللہ کا عالم وجود
 میں آتا ضروری تھا۔ اور کیا حضرت مرزا غلام احمد صاحب تادیابی
 یانے سلسلہ احمدیہ اپنے جملہ و غاوی میں صادق نہیں ہیں، ہیں
 اور ضرور ہیں۔ مگر دنیا پرست لوگ اپنی کوتاہ بصارت سے ان
 کو شناخت نہیں کر سکے۔ لہذا اب بھی وقت ہے کہ خدا تعالیٰ
 کے قائم کردہ سلسلہ اور مامور وقت کی آواز کی طرف بڑھو جس
 کے زیر قیادت اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے جماعت احمدیہ
 کو یہ توفیق بخشی ہے کہ مذہبہ ذیل ممالک میں تبلیغ اسلام کے مراکز
 قائم کر دیئے۔

برطانیہ۔ امریکہ۔ ہالینڈ۔ جرمنی۔ سوئٹزر لینڈ۔ سپین۔ ناروے
 ڈچ کی آنا۔ ٹرینیڈاڈ۔ برٹش گیانا۔ نانا۔ نائیجیریا۔ سیرالیون۔ لائبیریا۔

مشرقی افریقہ - انڈونیشیا - سنگاپور - بورنیو - فلپین - شام -
 لبنان - مصر - مقط - مارشس - سیلون - برما - عدن - جزائر
 وغیرہ -

ان کے علاوہ جنوبی افریقہ اور فلپائن میں بھی جماعتیں
 قائم ہو چکی ہیں۔ مختلف ممالک میں جماعت احمدیہ کے زیر اہتمام
 ۳۸ سکول بھی چل رہے ہیں جن میں ہزاروں کی تعداد میں بچے
 دینی و دنیاوی تربیت پا رہے ہیں۔ اور مساجد کے لحاظ سے
 ۳۸۰ مساجد بھی جماعت احمدیہ کی طرف سے تعمیر کی جا کر صوم و
 صلوة کے فریضہ کی پوری طرح انجام دہی کر رہی ہیں۔ اور
 یہ تمام اعداد و شمار ہندو پاک میں قائم شدہ مشنوں اور
 تعمیر شدہ مساجد کے علاوہ ہیں۔ پس اہل دانش اور مشائخ
 حق پر لازم آتا ہے کہ وہ تعصب کی عینک اتار کر نئے سلسلہ
 احمدیہ کی جملہ پیشگوئیوں پر عمیق نگاہوں سے نظر غائر فرماویں
 کہ خدا تعالیٰ کے مبعوث کردہ مامور کی بیینہ پیشگوئیوں کا
 حرف کس طرح خدا نے پورا کیا۔ کہ

”وہ وقت دور نہیں کہ جب تم فرشتوں کی فوجیں

آسمان سے اترتی اور ایشیا اور یورپ اور

امریکہ کے دلوں پر نازل ہوتی دیکھو گے۔“

اللہ اکبر آج سے بہتر سال پہلے حضرت مسیح موعودؑ کی کہی ہوئی

باقی پوری ہو گئی ہیں۔ الحمد للہ علیٰ فالک۔

ہیں اب اس تہمتہ کو انہی الفاظ کے ساتھ ختم کر کے دعا کرنا
ہوں کہ خدا تعالیٰ قارئین کرام کو حقیقت حال سے روشناس
کرے اور حق و باطل میں تمیز کرنے کی توفیق بخشنے۔ آمین تم
آمین ۛ

الراقم طالب دعا

(خواجہ) محمد صدیق قانی بھدر وہابی

بچے از خادمان مہدی علیہ السلام

۱۲ - ۲ - ۶۷



شکر یہ احباب بزرگان

سمراتہ الحق بحواب عرفان الحق کی تصنیف میں جن بزرگوں اور دوستوں
نے میری کسی نہ کسی طرح معاونت فرمائی ہے ان میں سب سے اول حضرت صاحبزادہ
مرزا وسیم احمد صاحب خاندان حضرت شیخ مودود علیہ السلام کے ایک نور نظر
ہیں جنہوں نے ازراہ کرم عدم فرصتی کے باوجود خاکسار کی اس کتاب کے لئے
”پیش لفظ“ لکھ کر اس کو مقبول عام بنایا جزاکم اللہ من الجزاء ان کے بعد
سب سے زیادہ شکر یہ کئے مستحق شکر مولوی محمد ابراہیم صاحب فاضل نادیان

مکرم گیانی بشیر احمد صاحب بی۔ اے میں جنہوں نے یکے بعد دیگرے اس کتاب کے پروف وغیرہ ملاحظہ فرما کر بعض مقامات پر الفاظ وغیرہ کی تصحیح کر کے کتاب بڑا کو غلط سے پاک و صاف کیا ہے! اسی طرح مکرم قاضی محمد حمید صاحب کاتب بھی شکریہ کے مستحق ہیں۔ جنہوں نے کتابت کے اعلیٰ افسر ادا کر کے اپنی خوشنویسی کو زیر کار لاکر کتاب بڑا کو نہایت ہی دلچسپی کا موجب بنایا ہے۔ اس موقع پر عرض ناشناسی ہو گی کہ اگر میں مکرم گیانی عبداللطیف صاحب کا شکریہ ادا کروں جنہوں نے اس کتاب کی کتابت و طباعت وغیرہ کی تمام فریاد اپنی کندھوں پر اٹھا کر اپنی دیر نگرانی اس کو تکمیل کرنے میں بہت بڑا وقت دیا، میری دعا ہے کہ خدا تعالیٰ اجمع و بزرگان و احباب کو اس بے لوث معاونت کا بہترین اجر عطا فرمادے۔ اور زیر بحث کتاب کو بفضلہ احمدیت کے افتخار کا موجب بنائے۔ آمین ثم آمین ۛ

آخر پر یہ گزارش ہے کہ مجھ جیسے کمزور اور سچیدان انسان کا سلسلہ احمدیہ کے حق میں کوئی کتاب لکھنا محض خدا تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔ اور اسی رب العزیزت کی عنایت ہے کہ اُس نے مجھے اس خدمت کی توفیق بخشی ہے ورنہ کجا فانی اور کجا مولفیت کا شرف میں ناظرین کرام اس نابکار و گنہگار بندہ عالمی کے حق میں بھی دعا فرمائیں کہ خدا تعالیٰ مجھے اس سے بڑھ کر احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی خدمت کی توفیق بخشے! اور میرا اور میرے اہل و عیال کا انجام بخیر احمدیت سایہ میں ہو۔ آمین ثم آمین ۛ تشریح ۲/۲۱۔

خاکسار الٰہی الی الخیر خواجہ، محمد صدیق فانی مجدد اہی حال پونجھ۔

(دانا آرٹ پریس امرتسر میں باہتمام ابو گلیان چند بھرمی کے چھپا)